بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ

[سورۃ مزمل: ۲۰]

رسالہ

فضائلِ تجارت

از

عارف باللہ بَرَکۃُ العَصرِ زُبدَۃُ السَّلَفِ حُجَّۃُ الْخَلَفِ

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمّد زکرِیّا صاحب کاندھلوی قدّس اللہ سِرّہٗ

جس میں فضائل تجارت، اسباب معاش، کسب حلال کی اہمیت اور

حرام سے پرہیز کی ضرورت اور اکابر کے واقعات درج ہیں،

نیز توکل وغیرہ پر مفصل کلام کیا ہے۔

پہلا ایڈیشن

ماہ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ماہ مارچ ۲۰۱۴ء

مرتب

اہم چیریٹیبل ٹرسٹ

ادارۂ دینیات

Compiler

Ahem Charitable Trust

IDAAR-E-DEENIYAT

249, Bellasis Road, Near Mumbai Central, Mumbai 400008.

Tel.:022 23051111 - Fax : 022 23051144

Email : info@deeniyat.com - Website : www.deeniyat.com

عرض ناشر

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعمال کی فضیلت واہمیت پر تحریر کردہ مختلف رسالے ''فضائل اعمال وفضائل صدقات'' کے نام سے دو جلدوں میں بہت ہی مشہور اورعوام وخواص کے درمیان بے پناہ مقبول ہیں ،اس مقبولیت میں جہاں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص اور علمی گہرائی کا دخل ہے، وہیں مجدّد دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اوردعوت وتبلیغ کے کام کی خاص برکت بھی ہے۔
''فضائل تجارت'' نامی یہ رسالہ جو فی الوقت آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عظیم تصنیف ہے جو انھوں نے فضائل اعمال وفضائل صدقات ہی کی طرح اپنے چچا محترم حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر تحریر فرمایا تھا۔

ادارۂ دینیات، ممبئی کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے کہ اتنا اہم رسالہ ادارے سے مندرجہ ذیل خصوصیات سے آراستہ ہوکر شائع ہورہا ہے؛ تاکہ لوگ اقتصادی اور معاشی میدان میں رہبری کے لیے اس رسالے سے حتی المقدور استفادہ کرسکیں۔

(۱) تمام احادیث کی عربی عبارت پر اعراب لگائے گئے ہیں،اور ہندوستان میں مروجہ خط نسخ میں ان کو تحریر کیا گیا ہے۔
(۲) احادیث کے اردو ترجمے عربی عبارت کے سامنے تحریر کیے گئے ہیں۔
(۳) احادیث میں کتابت کی غلطیوں کو دور کیا گیا ہے، اوران کے حوالے ملائے گئے ہیں۔
(۴) مشکل الفاظ کی تسہیل نیچے حاشیہ میں کی گئی ہے، لفظی ترجمے کے بجائے سیاق وسباق کی مناسبت سے معنٰی کا انتخاب کیا گیا ہے۔
(۵) فارسی اور عربی جملوں اور اشعار کا ترجمہ بھی حاشیہ میں تحریر کیا گیا ہے۔
(۶) آیات قرآنیہ کے حوالے بھی تحریر کیے گئے ہیں۔
(۷) مشکل الفاظ اور اسماء پر اعراب لگائے گئے ہیں۔
(۸) احادیث کی تشریح اور فائدے نئے پیراگراف سے شروع کیے گئے ہیں۔
(۹) حتی الوسع رموز واملا کی رعایت کی گئی ہے۔
(۱۰) اجرت، تجارت اور زراعت وغیرہ کی فصلوں کو نئے صفحہ سے شروع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ادارہ کی اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اوراخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔(آمین)

ادارۂ دینیات (ممبئی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا . أَمَّا بَعْدُ!

چچا جان مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ[۱] کے تعمیل ارشاد[۲] میں اس ناپاک و ناکارہ[۳] کے قلم سے، فضائل اعمال کے سلسلہ میں چند رسائل شائع ہو چکے ہیں اور میری ناپاکی کے باوجود ان کے ارشاد کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مفید بھی ہوئے اور بہت کثرت سے شائع[۴] ہو رہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَلَكَ الشُّكْرُ كُلُّهٗ. اَللّٰهُمَّ لَا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.[۵]

انھوں نے اپنی حیات کے آخر میں دو رسالوں کے لکھنے کا بہت زور سے حکم فرمایا تھا۔ ایک انفاق فی سبیل[۶] اللہ، اور دوسرا فضائل تجارت، ان دونوں میں سے فضائل انفاق تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرصہ ہوا لکھا جا چکا، اور فضائل صدقات کے نام سے شائع ہوا، لیکن تجارت کے بارے میں باوجود ان کے تاکیدی حکم کے اب تک نہ لکھا جا سکا، وہ زمانہ ان کی شدت علالت[۷] کا تھا، جس کی وجہ سے مجھے نظام الدین دہلی بار بار حاضر ہونا پڑتا تھا اور مدرسہ مظاہر علوم کے تعلیمی سال کے اختتام کی وجہ سے اور بالخصوص بخاری شریف کے اختتام کی وجہ سے بار بار سہارنپور بھی آنا ہوتا تھا کہ نہ یہاں قیام کر سکتا تھا نہ وہاں، اس لیے ہر ہفتہ دو تین دن سہارنپور گذارتا اور دو تین دن دہلی، جیسا کہ میں فضائل حج اور فضائل صدقات کے

حل لغات: (۱) اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے روشن کرے۔ (۲) حکم کو پورا کرنا۔ (۳) مراد شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۴) چھپ رہے ہیں۔ (۵) اے اللہ! تمام تعریف آپ ہی کے لیے ہے تمام شکر آپ ہی کے لیے ہے، اے اللہ! جیسی آپ نے اپنی تعریف کی ہے ہم آپ کی تعریف ویسی نہیں کر سکتے۔ (۶) اللہ کے راستے میں خرچ کرنا۔ (۷) سخت بیماری۔

مقدمہ[1] میں مختصراً لکھ بھی چکا ہوں۔ان کے تاکیدی حکم کی وجہ سے تجارت کے فضائل میں ایک رسالہ ان کی حیات ہی میں شروع بھی کر دیا تھا۔اور ایک خاکہ بھی لکھ دیا تھا جس میں اپنے طرز کے موافق چند ابواب، چند فصول[2]، اور خاتمہ میں چند قصص[3] کا اجمال[4] لکھ کر ان کی خدمت میں پیش بھی کر دیا تھا مگر وہ اپنی علالت کی وجہ سے اسے سن نہ سکے، میرا دل چاہتا تھا کہ وہ حیات میں سن لیں اور جو کوتاہی، یا کمی ہو اس پر تنبیہ کر دیں؛ تاکہ میں اس کے مطابق تکمیل کر سکوں، لیکن اپنی شدت علالت کی وجہ سے وہ خود تو نہ سن سکے۔انھوں نے فرما دیا تھا کہ اس مسودہ[5] کو میرے دوستوں کی جماعت کو دیدو کہ وہ اپنے علمی مذاکرہ میں اس پر غور کر لیں اور جو کمی زیادتی اس میں ہو اس پر متنبہ کر دیں، میرا تو دل چاہتا تھا کہ وہ خود سن لیتے تو زیادہ اچھا تھا۔مگر ان کی شدید علالت اور میری مسلسل دہلی میں عدم حاضری[6] کی وجہ سے میں اس رسالہ کو چچا جان کو تو نہ سنا سکا، ان کی تعمیلِ حکم میں ان کی جماعت کے افراد کو دے آیا تھا۔اور ایک آدھ پھیرے میں میں نے ان سے مطالبہ اور تقاضا بھی کیا، مگر وہ بھی اپنے مشاغل[7] اور چچا جان کی بیماری کی وجہ سے کہتے رہے کہ ابھی پورا نہیں ہو سکا، اسی میں چچا جان کا انتقال ہو گیا۔ نور اللہ تعالیٰ مرقدہ ''اعلی اللہ مراتبہ[8] '' اور یہ ناکارہ ابتداء اپنے مشاغل کی کثرت بالخصوص مظاہر علوم کے تعلیمی اور انتظامی اُمور اور اپنے تالیفی[9] سلسلہ کے بالخصوص احادیث کی شروح[10] وغیرہ میں جو کام کر رہا تھا اس میں اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا جس کا بہت افسوس ہے، اب مدینہ منورہ کے چند سالہ قیام میں مدرسہ کی مشغولیت تو نہ رہی، مگر اس کے بجائے امراض[11] نے گھیر لیا اور پانچ چھ سال میں روز افزوں[12] امراض کا شکار رہا، مگر جب چچا جان کے تاکیدی حکم کا خیال آتا ہے، تو اپنی عدمِ تعمیل[13] پر بہت قلق[14] ہوتا ہے،

حل لغات: (۱) کتاب کے شروع میں کتاب کا تعارفی مضمون، دیباچہ۔ (۲) فصل کی جمع، کتاب کا ایک حصہ۔ (۳) قصے۔ (۴) کسی چیز کو مختصر انداز میں بیان کرنا۔ (۵) وہ مضمون جو سرسری طور پر لکھا جائے اور جسے صاف کرنے کی ضرورت ہو۔ (۶) غیر موجودگی۔ (۷) مصروفیات۔ (۸) اللہ تعالیٰ ان کے مرتبہ کو بلند فرمائے۔ (۹) کتاب لکھنے کا سلسلہ۔ (۱۰) وہ کتابیں جن میں احادیث کی شرح ووضاحت کی گئی ہو۔ (۱۱) بیماریاں۔ (۱۲) دن بہ دن بڑھنا۔ (۱۳) حکم پورا نہ کرنا۔ (۱۴) افسوس۔

چند[1] ماہ سے بہت ہی امراض نے گھیر رکھا ہے، کوئی علمی کام تو ہو نہیں سکا، بار بار اس رسالہ کی یاد ستاتی رہی کہ آج ۱۷/ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ شب چہار شنبہ[2] میں مسجد نبوی میں اس کی بسم اللہ تو کرا دی اور اپنے مخلص دوست صوفی اقبال صاحب جن کی کئی تصانیف[3] میرے ہی کہنے سے لکھی جا چکی ہیں اور شائع ہو چکی ہیں، ان سے درخواست کی ہے کہ اپنے پورا کرنے کی تو اُمید نہیں ہے وہ پورا کر دیں، مگر چچا جان کی توجہ سے خود ہی لکھوا دیا۔ اگرچہ اُس وقت جو مضمون ذہن میں تھا، وہ تو یاد رہا نہیں اور وہ مسودہ بھی نہیں ملا اور چچا جان کے زمانہ کے علماء بھی جا چکے، اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو پورا کرا دے، تاکہ چچا جان کے اعمال حسنہ[4] میں یہ بھی داخل ہو جائے۔ میرا سابقہ[5] مقدمہ تو باوجود تحقیقات[6] کے نہ مل سکا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ اب کہاں ہے، اس لیے از سرِ نو[7] اب بسم اللہ کرائی اور تبرکاً[8] ابتداء میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی بہشتی زیور کا ایک مضمون نقل کروا رہا ہوں، جس کو حضرت نے بہشتی زیور نمبر ۵ کے ضمیمہ[9] میں کسبِ حلال[10] کے عنوان سے درج فرمایا ہے۔

حل لغات: (۱) چند مہینے۔ (۲) بدھ کی رات۔ (۳) کتابیں۔ (۴) نیک اعمال۔ (۵) پچھلا، گذرا ہوا۔ (۶) تلاش۔ (۷) نئے سرے سے۔ (۸) برکت کے طور پر۔ (۹) تتمہ، اضافہ۔ (۱۰) حلال کمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حلال مال طلب کرنے کا بیان

(۱) حدیث میں ہے کہ حلال مال کا طلب کرنا فرض ہے بعد اور فرض کے، مطلب یہ ہے کہ حلال مال کا حاصل کرنا فرض ہے بعد اور فرضوں کے، یعنی ان فرضوں کے بعد جو ارکانِ[۱] اسلام ہیں۔ جیسے نماز، روزہ وغیرہ، یعنی مالِ حلال کی طلب فرض تو ہے؛ مگر اس فرض کا رتبہ دوسرے فرضوں سے کم ہے جو کہ ارکان اسلام ہیں، اور یہ فرض اس شخص کے ذمہ ہے جو مال کا ضروری خرچ کے لیے محتاج ہو، خواہ اپنی ضرورت رفع[۲] کرنے کو یا اپنے اہل وعیال[۳] کی ضرورت رفع کرنے کو اور جس شخص کے پاس بقدر ضرورت موجود ہے، مثلاً صاحبِ جائداد ہے یا اور کسی طرح سے اس کو مال مل گیا، تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا، اس لیے کہ مال کو حق تعالیٰ شانہ نے حاجتوں کے رفع کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، تا کہ بندہ ضروری حاجتیں پوری کر کے اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں مشغول ہو، کیوں کہ بغیر کھائے پیے عبادت نہیں ہوسکتی، پس مال مقصود لذاتہٖ[۴] نہیں؛ بلکہ مطلوب لغیرہٖ[۵] ہے، سو جب ضرورت کے قابل مُیسر[۶] ہوگیا، تو خواہ مخواہ[۷] حرص[۸] کی وجہ سے اس کو طلب کرنا اور بڑھانا نہیں چاہیے، پس جس کے پاس قدر ضرورت موجود ہو اس پر بڑھانا فرض نہیں، بلکہ مال کی حرص خدا تعالیٰ سے غافل کرنے والی اور اس کی کثرت گناہوں میں مبتلا کرنے والی ہے۔ خوب سمجھ لو! اور اس بات کا لحاظ[۹] رہے کہ مال حلال میسر آوے، حرام کی طرف مسلمان کی بالکل توجہ نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ وہ مال بے برکت ہوتا ہے، اور ایسا شخص جو کہ حرام خور[۱۰] ہو، دین ودنیا میں ذلت اور خدا تعالیٰ کی پھٹکار میں مبتلا رہتا ہے اور بعضے جاہلوں کا یہ خیال کہ آج کل حلال مال کمانا غیر ممکن ہے، اور حلال مال ملنے سے مایوسی ہے، سراسر غلط اور شیطان کا دھوکہ ہے،

حل لغات: (۱) رکن کی جمع، بنیاد۔ (۲) دور کرنا۔ (۳) گھر والے۔ (۴) اصل مقصود۔ (۵) جس کی ضرورت دوسرے کی وجہ سے ہو۔ (۶) مل گیا۔ (۷) بلا ضرورت۔ (۸) لالچ۔ (۹) خیال۔ (۱۰) حرام کھانے والا۔

خوب یادرکھو کہ شریعت پر عمل کرنے والے کی غیب سے مدد ہوتی ہے، جس کی نیت حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی ہوتی ہے، حق تعالیٰ اس کو ایسا ہی مال مرحمت[1] فرماتے ہیں اور یہ اَمر[2] مشاہدہ[3] سے ثابت ہے اور قرآن وحدیث میں تو جابجا[4] یہ وعدہ آیا ہے، اس نازک زمانہ میں جن خدا کے بندوں نے حرام اور شبہ کے مال سے اپنے نفس کو روک لیا ہے، ان کو حق تعالیٰ شانہٗ عمدہ حلال مال مرحمت فرماتے ہیں، اور وہ لوگ حرام خوروں سے زیادہ راحت وعزت سے رہتے ہیں، جو شخص اپنے ساتھ اور دوسرے حضرات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ دیکھتا ہے، اور جابجا قرآن وحدیث میں یہ مضمون پاتا ہے وہ ایسے جاہلوں کے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کرسکتا اور اگر کسی معتبر[5] کتاب میں ایسی باتیں نظر سے گذریں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے، پس جب وہ مضمون دیکھو تو کسی پکے دیندار عالم سے اس کا مطلب دریافت کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری تسلی ہوجائے گی اور ایسی بیہودہ[6] باتوں کا وسوسہ دل سے نکل جائے گا، خوب سمجھ لو! لوگ مال کے باب[7] میں بہت کم احتیاط کرتے ہیں، ناجائز نوکریاں کرتے ہیں، دوسروں کی حق تلفی[8] کرتے ہیں، یہ سب حرام ہے، اور خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی بات کی کمی نہیں، جس قدر تقدیر میں لکھا ہے، وہ ضرور مل کر رہے گا، پھر بدنیتی کرنا، اور دوزخ میں جانے کی تیاری کرنا، کونسی عقل کی بات ہے، چوں کہ لوگوں کو مال حلال کی طرف توجہ بہت کم ہے، اس لیے باربار تاکید سے یہ مضمون بیان کیا گیا۔

دنیا میں اصل مقصود انسان اور جن کی پیدائش سے یہ ہے کہ انسان اور جن حق تعالیٰ کی عبادت کریں، لہٰذا اس بات کا ہر معاملہ میں خیال رکھو، اور کھانا پینا اس لیے ہے کہ قوت[9] پیدا ہو، جس سے خدا کا نام لے سکے، یہ مطلب نہیں ہے کہ شب وروز[10] لذتوں میں مشغول رہے، اور اللہ میاں کو بھول جاوے اور ان کی نافرمانی کرے، بعضے جاہلوں کا یہ خیال

حل لغات: (۱) دیتے۔ (۲) بات۔ (۳) تجربہ۔ (۴) جگہ جگہ۔ (۵) بھرسہ کے لائق۔ (۶) غلط۔ (۷) بارے میں۔ (۸) حق مارتے۔ (۹) طاقت۔ (۱۰) رات دِن۔

کہ دنیا میں فقط کھانے پہننے اور لذتیں اُڑانے کے لیے آئے ہیں، سخت بد دینی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ جہالت کا ناس[1] کرے کیسی بُری بلا ہے۔

② حدیث میں ہے؛ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے: کسی نے نہیں کھایا کوئی کھانا کبھی، بہتر اس کھانے سے جو اپنے دونوں ہاتھوں کے عمل سے ہو، اور بے شک خدا کے نبی حضرت داوٗد علیہ الصلوٰۃ والسّلام اپنے ہاتھوں کے عمل سے کھاتے تھے، مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی بہت عمدہ چیز[2] ہے، مثلاً کوئی پیشہ کرنا یا تجارت کرنا وغیرہ، خواہ مخواہ کسی پر بوجھ ڈالنا نہ چاہیے، اور پیشے کو حقیر[3] نہ سمجھنا چاہیے۔ جب اس قسم کے کام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کیے ہیں، تو اور کون ایسا شخص ہے جس کی آبرو[4] ان حضرات سے بڑھ کر ہے، بلکہ کسی کی ان حضرات کے برابر بھی نہیں، ان سے بڑھ کر تو کیا ہوتی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی نبی ایسے نہیں ہوئے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

خوب سمجھ لو! اور جہالت سے بچو، اور بعضے لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی کے پاس مالِ حلال ہو، مگر اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا نہ ہو، بلکہ میراث میں ملا، یا اور کسی حلال ذریعہ سے میسّر[5] آیا ہو، تو خواہ مخواہ اپنے کمانے کی فکر کرتے ہیں، اور اس کو عبادت میں مشغول ہونے سے بہتر سمجھتے ہیں، یہ سخت غلطی ہے، بلکہ ایسے شخص کے لیے عبادت میں مشغول ہونا بہتر ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اطمینان دیا اور رزق کی فکر سے فارغ البال[6] کیا، تو پھر بڑی ناشکری ہے کہ اس کا نام اچھی طرح نہ لیوے اور مال ہی کو بڑھائے جاوے، بلکہ مالِ حلال تو جس طرح سے میسر آوے بشرطیکہ کوئی ذلت نہ اُٹھانی پڑے، وہ سب عمدہ ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس کی بڑی قدر کرنی چاہیے، اور انتظام سے خرچ کرنا چاہیے، فضول نہ اڑانا چاہیے، اور حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ لوگ اپنا بار کسی پر نہ ڈالیں اور لوگوں سے بھیک نہ مانگیں جب تک کوئی

حل لغات: ① برا کرے۔ ② اچھی چیز۔ ③ ذلیل۔ ④ عزت۔ ⑤ ملا ہو۔ ⑥ بے فکر۔

خاص ایسی مجبوری نہ ہو، جس کو شریعت نے مجبوری قرار دیا ہو۔ اور پیشہ کو حقیر نہ سمجھے اور حلال مال طلب کرے، کمائی کو عیب[1] نہ سمجھیں۔ سو اس وجہ سے یہ مضمون مبالغہ[2] کے طور پر بیان فرمایا گیا، تاکہ لوگ اپنے ہاتھ سے کمانے کو برا نہ سمجھیں اور کمائیں اور کھائیں اور کھلائیں اور خیرات کریں[3]۔ حدیث کی یہ غرض نہیں ہے کہ سوائے اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کسی طرح سے جو حلال مال ملا ہو، وہ حلال نہیں یا ہاتھ کی کمائی کے برابر نہیں، بلکہ بعض مال اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھ کر ہوتا ہے اور بعضے ناواقف[4] سچے خاصان[5] خدا پر جو متوکل[6] ہیں طعن[7] کرتے ہیں اور دلیل[8] میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں، جو مذکور[9] ہوئی کہ ان کو اپنے ہاتھ سے کمانا چاہیے۔ محض[10] توکل پر بیٹھنا اور نذرانوں[11] سے گذر کرنا اچھا نہیں، یہ ان کی سخت نادانی[12] ہے اور یہ اعتراض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے ڈرنا چاہیے، سخت اندیشہ[13] ہے کہ ان بزرگوں کی بے ادبی اور ان پر لعن طعن[14] سے دارین[15] میں بلا نازل ہو اور طعن کرنے والوں کو ہلاک کردے، بلکہ اولیاء اللہ کی بے ادبی سے ایمان جاتے رہنے اور بُرا خاتمہ ہونے کا اندیشہ ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دن سے پہلے ناپید[16] کردے، جس دن بزرگوں پر اعتراض کرے کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے، میں کہتا ہوں کہ قرآن اور حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، بشرطیکہ اِنصاف سے اور طلبِ حق کے لیے تأمل[17] کیا جاوے کہ جس شخص میں توکل کی شرطیں پائی جاویں تو اس کے لیے توکل کرنا کمانے سے بدرجہا[18] افضل ہے اور یہ اعلیٰ مقام ہے مقامات ولایت[19] سے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود متوکل تھے اور جو آمدنی متوکل کو ہوتی ہے، وہ ہاتھ کی کمائی سے بہت بہتر ہے اور اس میں خاص برکت اور

حل لغات: (۱) برا۔ (۲) پوری کوشش سے سمجھانے۔ (۳) صدقہ دینا۔ (۴) ناسمجھ۔ (۵) خدا کے خاص بندے۔ (۶) اللہ پر بھروسہ کرنے والے۔ (۷) طعنہ دینا۔ (۸) ثبوت۔ (۹) ذکر کی ہوئی۔ (۱۰) صرف۔ (۱۱) تحفہ، ہدیہ۔ (۱۲) ناسمجھی۔ (۱۳) ڈر۔ (۱۴) برا بھلا کہنا۔ (۱۵) دنیا و آخرت۔ (۱۶) موت دے دے۔ (۱۷) غور۔ (۱۸) کئی درجہ۔ (۱۹) ولی ہونے کے درجات۔

خاص نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہ رتبہ مرحمت فرمایا ہے، اور بصیرت[1] اور فہم[2] اور نور عطا فرمایا ہے، وہ کھلی آنکھوں اس کی برکت دیکھتا ہے، اور اس کا تفصیلی بیان کسی خاص موقع پر کیا جاوے گا، چوں کہ یہ مختصر[3] رسالہ ہے، اس لیے طوالت[4] کی گنجائش نہیں، اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ قول سراسر[5] غلط ہے، جیسا کہ بیان ہوا اور بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ ایک تو خود نیک کام سے محروم رہو اور دوسرا کرے تو اس پر لعن طعن کرو، بھلا حق تعالیٰ کو کیا منھ دکھاؤ گے جب کہ اس کے دوستوں کے درپے[6] ہوتے ہو، اور علاوہ فائدۂ مذکورہ کے توکل اختیار کرنے میں بہت سے دینی فائدے ہیں، اور وہ متوکلین جو مخلوق کی تعلیم کرتے ہیں ان کی خدمت کرنا تو بقدر[7] ان کے ضروری خرچ پورا ہونے کے فرض ہے، سو اپنا حق نذرانہ سے لینا کیوں برا سمجھا گیا، جب کہ غیر متوکلین بھی اپنے حقوق مار دھاڑ سے لڑائی لڑ کر وصول کرتے ہیں حالانکہ متوکلین تو بہت تہذیب سے اور لوگوں کی بڑی آرزو[8] کرنے سے اپنا حق قبول کرتے ہیں۔ اور نذرانہ قبول کرنے میں جب کہ ذلت نہ ہو۔ اور استغنا[9] اور بے پروائی سے لیا جاوے، خصوصاً جب کہ اس کے واپس کرنے میں دینے والے کی سخت دل شکنی[10] ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں بھلائی ہے یا برائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے حضرات جو سچے متوکل ہیں ان کو بڑی عزت سے روزی میسر[11] ہوتی ہے۔ مگر ان کی نیّت اور توجہ محض خدا کے بھروسہ پر ہوتی ہے، مخلوق کی طرف نگاہ نہیں ہوتی اور جو طمع[12] رکھے مخلوق سے اور نگاہ کرے ان کے مال پر وہ دغا باز[13] ہے، وہ ہمارے اس کلام سے خارج[14] ہے۔ ہم نے تو سچے توکل والے کی حالت بیان کی ہے، کسی کو حقیر[15] سمجھنا، خصوصاً خاصان خدا کو بڑا سخت گناہ ہے، اور ان حضرات کا اس میں کوئی ضرر[16] نہیں بلکہ نفع ہے کہ بُرا کہنے والوں کی نیکیاں قیامت کے روز ان کو ملیں گی۔ تباہی تو ان کی ہے جو بُرا کہتے ہیں کہ دین و دنیا تباہ ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے

حل لغات: (۱) عقلمندی کی نگاہ۔ (۲) سمجھ۔ (۳) چھوٹا سا۔ (۴) لمبی بات۔ (۵) بالکل۔ (۶) پیچھے پڑتے ہو۔ (۷) ضروری خرچ کے برابر۔ (۸) خواہش، تمنا۔ (۹) بےتوجہی۔ (۱۰) دل ٹوٹنا۔ (۱۱) حاصل۔ (۱۲) لالچ۔ (۱۳) دھوکے باز۔ (۱۴) باہر۔ (۱۵) کمتر۔ (۱۶) نقصان۔

کہ توکل کی اجازت ہر شخص کو شریعت نے نہیں دی ہے، اس کی ہمت کرنا اور اس کی شرطوں کو پورا کرنا بہت دشوار[1] ہے، اسی وجہ سے ایسے حضرات بہت کم پائے جاتے ہیں گویا کہ معدوم[2] ہیں اور بہت اچھی چیز ہمیشہ کم ہی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ یہ مقام محض معمولی توجہ سے بہت عمدہ[3] تحریر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

---

③ حدیث میں ہے کہ تحقیق[4] اللہ تعالیٰ طیب[5] ہے، یعنی کمالات[6] کے ساتھ موصوف[7] اور تمام عیبوں سے پاک ہے، نہیں قبول کرتا ہے مگر طیب کو، یعنی اللہ تعالیٰ طیب مال، یعنی حلال مال قبول فرماتا ہے، حرام مال وہاں مقبول نہیں، بلکہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کرکے ثواب کی اُمید رکھنا کفر ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے حکم کیا مؤمنوں کو اس چیز کا جس کا کہ حکم فرمایا مرسلین یعنی رسولوں کو، پس فرمایا: اے رسولو! کھاؤ پاک چیزیں یعنی حلال، اور عمل کرو اچھے، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں، پھر ذکر فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کا جو لمبا سفر کرتا ہے، حج کرنے، علم طلب کرنے وغیرہ کو اس حال میں کہ پراگندہ[8] حال اور گرد آلودہ[9] ہوتا ہے، سفر کی مشقت سے، اور ہاتھ بڑھاتا ہے آسمان کی طرف اور کہتا ہے، اے میرے پروردگار[10]! اے میرے پروردگار! یعنی اللہ پاک سے بار بار سوال کرتا ہے کہ رحم فرما کر مقصود عطا کردے، حالاں کہ اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پہننا حرام ہے اور اس کا لباس حرام ہے، یعنی خورد و نوش[11]، اور لباس مالِ حرام سے حاصل کرتا ہے اور پالا گیا مالِ حرام سے، یعنی مالِ حرام سے گذر کرتا ہے، اسی سے پرورش پاتا ہے، ہاں! جس کو والدین نے نابالغی کی حالت میں مالِ حرام سے پرورش کیا ہو اور بالغ ہو کر اس نے حلال مال حاصل کیا اور اس کو اپنی خورد ونوش اور لباس میں صرف کیا تو وہ شخص اس حکم سے خارج ہے، نابالغ ہونے کی حالت کا گناہ

حل لغات: ① مشکل۔ ② موجود نہیں۔ ③ اچھا۔ ④ بے شک۔ ⑤ پاک۔ ⑥ معنی لکھنا۔ ⑦ صفات رکھنے والا۔ ⑧ پریشان حال۔ ⑨ گرد و غبار سے اَٹا ہوا۔ ⑩ پالنے والے۔ ⑪ کھانا پینا۔

فقط والدین پر ہے، پس[1] کیوں کر[2] قبول کی جاوے گی وہ دُعا اس کے لیے، یعنی باوجود اتنی مشقتوں[3] کے مالِ حرام کے استعمال کی وجہ سے ہرگز دعا مقبول نہ ہوگی، اور اگر کبھی مقصود حاصل بھی ہوگیا، تو وہ دعا کے سبب سے نہیں بلکہ اس کا حاصل ہونا تقدیرِ الٰہی کی وجہ سے ہے، جیسے کہ کافروں کے مقصود پورے ہوجاتے ہیں، اور دعا مقبول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ بندہ پر نظر رحمت فرمائیں اور اس رحمت کی وجہ سے اس کو اس کا مطلوب[4] عطا فرمائیں اور اس طلب پر ثواب عنایت[5] ہو، سو یہ بات اسی کو مُیسّر ہوتی ہے جو شریعت کا پابند ہے اور اللہ پاک سے مقصود طلب کرے، یہاں سے معلوم ہوا کہ حلال کھانے میں بڑی برکت ہے اور واقعی اس کی خاص تاثیر[6] ہے۔ اور ایسا مال کھانے سے نیکی کی قوت پیدا ہوتی ہے، اعضاء[7] عقل کی تابعداری[8] کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا و مولانا ابو حامد محمد غزالی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ ایک بہت بڑے دُرویش[9] سے یعنی حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو حرام کھاتا ہے، اعضاء اس کی عقل کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں، یعنی عقل نیکی کا حکم کرتی ہے اور وہ اس کی اطاعت نہیں کرتے، مگر یہ بات ان ہی حضرات کو معلوم ہوتی ہے جن کے دل کی آنکھیں روشن ہیں، ورنہ جن کا دل سیاہ[10] ہے وہ تو شب و روز اس میں مشغول رہتے ہیں اور خوب لذت اُڑاتے ہیں، اور ان کو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ قلب کے حُسن اور دل کی بینائی[11] اور بصیرت[12] کو قائم رکھے۔ آمین۔

(۴) حضرت سیدنا عبد اللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے عالم اور زاہد اور حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دِرہم مشتبہ[13] مال کا لوٹا دینا جو مجھے

حل لغات: (۱) تو۔ (۲) کیسے۔ (۳) تکلیفوں۔ (۴) اس کی چاہت۔ (۵) دینا۔ (۶) اثر۔ (۷) بدن کے حصے۔ (۸) بات مانتے ہیں۔ (۹) بزرگ۔ (۱۰) کالا۔ (۱۱) دل کی نظر۔ (۱۲) دور اندیشی، عقلمندی کی نگاہ۔ (۱۳) شک و شبہ والا۔

ملے خواہ[۱] ہدیہ[۲] کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح، زیادہ محبوب ہے چھ لاکھ درہم خیرات کرنے سے، یہاں سے اندازہ کرنا چاہیے کہ مشتبہ مال کی کیا قدر ہے، افسوس کہ لوگ صریح[۳] حرام بھی نہیں چھوڑتے روپیہ ملے، کسی طرح ملے، اور حضرات بزرگان[۴] دین مشتبہ مال اس قدر برا سمجھتے تھے، حرام مال سے بچنا سب کے ذمہ ضرور ہے، اس سے بہت بڑی احتیاط لازم ہے، بُرا مال کھانے سے بے حد خرابیاں نفس[۵] میں پیدا ہوتی ہیں، یہ انسان کا ہلاک کرنے والا ہے۔

---

⑤ حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ[۶] کی چیزیں ہیں یعنی ان کے حلال اور حرام ہونے میں شبہ ہے، بعضے[۷] اعتبار سے ان کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعضے اعتبار سے ان کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے اور کم ہیں ایسے لوگ جو ان کو جانتے ہیں اور وہ بڑے بڑے عالم متقی[۸] ہیں جو اپنے علم پر اچھی طرح عمل کرتے ہیں۔

پس جس شخص نے پرہیز کیا ہے، شبہ کی چیزوں سے بچالیا ہے اس نے اپنے دین کو، یعنی عذاب دوزخ سے پناہ[۹] مل گئی، اور اپنی آبرو[۱۰]، یعنی طعنہ دینے والوں سے اپنی آبرو بچالی، اس لیے کہ خلافِ شرع[۱۱] شخصوں کو لوگ طعن دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دین و دنیا کی بے عزتی سے بچنا ہر ذی عقل[۱۲] پر ضرور ہے، اور جو شخص واقع ہوا[۱۳] شبہ کی چیزوں میں وہ واقع ہوگا حرام میں، یعنی جو شخص شبہ کی باتوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ رفتہ رفتہ[۱۴] صریح حرام باتوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، جہاں نفس کو ذرا گنجائش[۱۵] دی گئی وہ رفتہ رفتہ اِس قدر خرابی برپا کرتا ہے کہ خدا کی پناہ! ہلاک ہی کردیتا ہے، سو جو شخص مال کے بارے میں احتیاط نہ کرے جو ملے قبول کرلے، کسی شبہ کی پرواہ[۱۶] ہی نہ کرے وہ عنقریب[۱۷] کھانے لگے گا۔ نفس کو ہمیشہ شریعت کا قیدی بنا کر رکھنا چاہیے، کبھی آزادی نہ دے، اور گویا ایسے شبہ کا مال کھانا جس کا یہ حال معلوم نہ

حل لغات: ① چاہے۔ ② تحفہ۔ ③ کھلا ہوا، ظاہر۔ ④ دین کے بڑے۔ ⑤ جی، جان۔ ⑥ شک۔ ⑦ کچھ۔ ⑧ پرہیزگار۔ ⑨ حفاظت۔ ⑩ عزت۔ ⑪ دین کے مخالف۔ ⑫ عقل والے۔ ⑬ پڑا۔ ⑭ آہستہ آہستہ۔ ⑮ ڈِھیل۔ ⑯ دھیان۔ ⑰ جلد ہی۔

ہو کہ اس میں کتنا حلال ملا ہے اور کتنا حرام، جائز ہے لیکن مکروہ ہے، اور رفتہ رفتہ شبہ سے صریح حرام میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے، لہٰذا چاہیے کہ شبہ کی باتوں سے بھی بچے، کہ اصل مقصود اور ہمت کی بات یہی ہے، خوب سمجھ لو! مثل اس چرواہے کے جو چراتا ہے گرد اس چراگاہ[۱] کے جس کو بادشاہ نے اپنے جانور چرانے کے لیے خاص کر لیا ہے، قریب ہے یہ کہ چراوے اس چراگاہ میں، یعنی جو ایسی چراگاہ کے گرد چراتا ہے وہ عنقریب خاص چراگاہ میں چرانے لگے گا، یا تو اس طرح کے جانوروں کا اس طریق[۲] پر چرنا کہ اس حد سے آگے نہ بڑھیں دشوار[۳] ہے، یا اس طرح کہ خود چرواہے ہی کو عنقریب ایسی دلیری[۴] ہو جائے گی کہ وہ اس قدر احتیاط نہ کرے گا، اسی طرح نفس کو احتیاط نہیں ہوتی، اور کبھی تو ابتدا ہی سے جہاں شبہ کے درجہ پر پہنچا، حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کبھی کچھ دنوں کے بعد یہ حالت ہوتی ہے، اور یاد رکھنا چاہیے کہ خودرو[۵] گھاس کی چراگاہ کو صرف اپنے لیے خاص کر لینا اور اس میں دوسروں کو اس میں چرانے سے روکنا زمین داروں کو جائز نہیں اور یہاں تو فقط مثال بیان کرنا مقصود ہے۔ آگاہ[۶] رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے، اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ جس کی حفاظت کی گئی ہے، اس کے محارم[۷] ہیں، یعنی جن چیزیں کو اس نے حرام فرما دیا ہے۔ تو جو شخص ان حرام چیزوں میں واقع ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی خیانت کرتا ہے، اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کی خیانت کرنا بغاوت ہے، اور حق تعالیٰ شانہ چوں کہ اعلیٰ درجہ[۸] کے بادشاہ ہیں، لہٰذا ان کی خیانت اعلیٰ درجہ کی بغاوت ہے، جس کی سزا بھی بہت بڑی ہے، آگاہ رہو کہ انسان کے بدن میں ایک بوٹی ہے جب کہ وہ درست[۹] ہوگی اور اس میں باطنی یا ظاہری[۱۰] خرابی نہ پیدا ہوگی، کُل[۱۱] بدن درست ہوگا اور جب کہ وہ فاسد[۱۲] اور خراب ہوگی تو خراب ہوگا

حل لغات: (۱) جانور چرانے کی جگہ۔ (۲) طرح۔ (۳) مشکل۔ (۴) بے خوفی۔ (۵) خود بخود اگنے والی۔ (۶) جان لو کہ۔ (۷) حرام چیزیں۔ (۸) اونچے درجے۔ (۹) صحیح۔ (۱۰) اندرونی اور باہری حصہ۔ (۱۱) سارا بدن۔ (۱۲) خراب۔

تمام بدن، آگاہ رہو کہ وہ بوٹی دل ہے، یعنی دل سلطان البدن[1] ہے، قلب[2] کی درستی سے تمام اعضاء کی درستی رہتی ہے، اور قلب کی درستی موقوف[3] ہے اطاعتِ الٰہی پر، گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے، حاصل یہ ہوا کہ نیکیوں کا وجود موقوف ہے قلب کی درستی اور صفائی پر اور قلب کی صفائی میں اکلِ[4] حلال کو خاص دخل ہے، پس اس سے ترغیب[5] ہوئی اہتمام[6] اکلِ حلال پر۔

---

(٦) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: ہلاک کرے اللہ تعالیٰ یہود کو، حرام کی گئیں ان پر چربیاں (یعنی گائے اور بکری کی چربی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے) پس انہوں نے اس چربی کو گلایا پھر انہوں نے اس کو فروخت[7] کیا، یعنی حیلہ[8] یہ کیا کہ خود چربی نہیں کھائی بلکہ اس کے دام کھائے[9] اور اس کو یہ سمجھے کہ یہ چربی کھانا نہیں ہے، حالانکہ اس حکم کا حاصل یہ تھا کہ چربی سے بالکل منتفع[10] مت ہو، اس میں بیچ کر درم کھانا بھی داخل تھا، آج کل بعضے سود خواروں نے اسی قسم کے حیلے پیدا کر لیے ہیں تاکہ ظاہر میں سود کھاویں، لیکن حق تعالیٰ عالم الغیب[11] ہے، نیت کو خوب جانتا ہے، ہرگز ہرگز ایسے حیلے نکالنا روا نہیں[12]۔

---

(٧) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: نہیں ہے یہ بات کہ کمائے بندہ مال حرام کو پس صدقہ دے اس میں سے، سو اس سے قبول کیا جائے، اور نہ یہ کہ خرچ کرے اس میں سے پس برکت دی جائے اس کے لیے اس مال میں، اور نہ یہ کہ چھوڑے اپنے پیچھے، مگر ہو وہ چھوڑنا توشہ[13] اس کے لیے پہنچانے والا دوزخ کی طرف، یعنی مال حرام کما کر اگر صدقہ کرے مقبول نہ ہوگا اور خاک ثواب[14] نہ ملے گا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کر کے ثواب کی اُمید رکھنا کفر ہے، اور فقیر جس کو مال حرام دیا گیا ہے اس

حل لغات: (١) بدن کا بادشاہ ہے۔ (٢) دل۔ (٣) ٹھہری۔ (٤) حلال کھانے۔ (٥) رغبت دلائی گئی۔ (٦) فکر و کوشش کرنا۔ (٧) بیچا۔ (٨) بہانہ۔ (٩) قیمت سے فائدہ اٹھانا۔ (١٠) نفع اٹھانا۔ (١١) چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا۔ (١٢) مناسب نہیں۔ (١٣) زادِ راہ، سفر کا کھانا۔ (١٤) مٹی یعنی معمولی ثواب بھی نہ ملے گا۔

نیت سے کہ دینے والے کو ثواب ہو اگر جانتا ہے کہ یہ مال اس طرح کا مجھے دیا گیا ہے اور وہ باوجود جاننے کے خیرات دینے والے کو دعا دے تو وہ بھی ان علماء کے قول پر کافر ہو جائے گا، اور اگر ایسا مال کسی اور خرچ میں لگایا جائے تو بھی کچھ برکت نہ ہوگی، اور اگر اپنے بعد ایسا مال چھوڑے گا تو اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا، کھاویں گے وارث اور عذاب میں یہ مبتلا ہوگا، غرض مال حرام میں بجز[1] ضرر[2] کے کوئی نفع نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نہیں دور کرتا ہے برائی کو برائی کے ذریعہ سے، پس چوں کہ حرام مال خیرات کرنا منع ہے اور گناہ ہے، سو اس گناہ کے ذریعہ سے اور گناہ نہیں معاف ہو سکتے، لیکن دور کرتا ہے برائی کو بھلائی سے، پس حلال مال سے صدقہ کرنا گناہوں کا کفارہ[3] ہوتا ہے جب کہ با قاعدہ اور شریعت کے موافق[4] خیرات کرے، تحقیق خبیث یعنی مالِ حرام نہیں دور کرتا ہے خبیث کو یعنی گناہ کو۔

---

⑧ حدیث میں ہے: جنت میں وہ گوشت نہ داخل ہوگا، جو پلا ہے اور بڑھا ہے مال حرام سے، اور ہر ایسا گوشت جو پلا بڑھا ہے مال حرام سے جہنم ہی اس کے لائق ہے، یعنی حرام خور[5] جنت میں بغیر سزا بھگتے داخل نہ ہوگا، یہ مطلب نہیں کہ وہ کفار کی طرح کبھی داخل جنت نہ ہوگا، بلکہ اگر وہ اسلام پر مرا، اور تھا حرام خور، تو اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جاوے گا۔ اور اگر حرام کھانے سے توبہ کرے مرنے سے پہلے اور جس کا حق اس کے ذمہ ہو وہ ادا کر دے، تو البتہ حق تعالیٰ اس کا یہ گناہ معاف فرمائیں گے، اور اس حدیث میں جو عذاب مذکور[6] ہے اس سے محفوظ رہے گا۔

---

⑨ حدیث میں ہے کہ بندہ نہیں ہوتا ہے پورے پرہیز گاروں میں سے، یہاں تک چھوڑ دے اس چیز کو جس میں کچھ ڈر نہیں بسبب اس چیز کے جس میں اندیشہ[7] ہے۔ یعنی کوئی چیز بالکل حلال ہے اور کوئی کام مباح[8] اور جائز ہے، مگر اس میں متوجہ ہونے سے اور ایسے

حل لغات: ① سوائے۔ ② نقصان۔ ③ بدلہ۔ ④ مطابق۔ ⑤ حرام کھانے والا۔ ⑥ ذکر کیا گیا۔ ⑦ خوف، ڈر۔ ⑧ کرنے کی اجازت ہو۔

مال کے کھانے سے کسی گناہ ہوجانے کا ڈر اور احتمال[1] ہے تو اس حلال مال کو بھی نہ کھاوے، اور ایسے جائز کام کو بھی نہ کرے، اس لیے کہ اگرچہ یہ کام کرنا اور یہ مال کھانا گناہ نہیں، مگر اس کے ذریعہ سے گناہ ہوجانے کا ڈر ہے اور بُرے کام کا ذریعہ بھی بُرا ہوتا ہے، مثلاً عمدہ عمدہ کھانے اور لباس میں مشغول ہونا جائز اور حلال ہے، مگر چوں کہ حد سے زیادہ لذتوں میں مشغول ہونے سے گناہوں کے صادر ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے کمال تقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی پرہیزگاری یہ ہے کہ ایسے کاموں سے بھی بچے، یا شبہ کا مال کھانا مکروہ ہے، مگر اس میں ہمت کھانے کی کرنے سے اندیشہ ہے کہ عنقریب[2] نفس ایسا بے قابو ہوجائے گا کہ حرام کھانے لگے تو ایسے مال سے بھی بچنا چاہیے۔

---

(۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا، جو ان کو خراج[3] دیتا تھا، (یہاں خراج سے وہ محصول مُراد ہے جو غلام پر مقرر کیا جاتا ہے، اس کی ساری کمائی میں سے کچھ کمائی مالک لیتا ہے) پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ محصول[4] اس غلام کا کھاتے تھے، سو لایا وہ ایک دن کچھ کھانے کی چیز اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ کھالیا، تو غلام نے کہا: تمھیں معلوم ہے کیا تھی یہ چیز جسے تم نے کھایا (اور کہاں سے آئی)؟ پس فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے: کونسی چیز تھی وہ جسے میں نے کھالیا؟ اس نے کہا: میں نے جاہلیت کے زمانے میں یعنی اسلام سے پہلے ایک آدمی کو کاہنوں[5] کے قاعدہ سے کوئی خبر دی تھی، اور میں اس کام کو اچھی طرح نہیں جانتا تھا، (یعنی کاہن لوگ جس طرح کچھ باتیں بتلاتے ہیں، اور وہ کبھی جھوٹ اور غلط اور کبھی سچ اور صحیح ہوجاتی ہیں، اور اس کا سچ ماننا منع ہے، اور جو اس فن کے انہوں نے قاعدے مقرر کیے ہیں، میں ان سے اچھی طرح واقف[6] نہ تھا)، مگر بے شک میں نے اس آدمی کو دھوکہ دیا،

حل لغات: (۱) امکان۔ (۲) جلدی ہی۔ (۳) محصول (ٹیکس) کی رقم۔ (۴) ٹیکس کے طور پر حاصل کی ہوئی رقم۔ (۵) نجومی، آئندہ کی بات جاننے والا۔ (۶) جاننا۔

پھر وہ مجھے ملا، سو اس نے مجھے وہ چیز جو آپ نے کھائی دی بذریعہ اس کے، یعنی جو بات میں نے اس کو بتلادی تھی اس کے عوض[1] تو وہ یہ چیز ہے جس میں سے آپ نے کھایا، پس داخل فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ حلق میں پھر قے[2] فرمایا، یعنی نکال دیا تمام اس چیز کو جو ان کے پیٹ میں تھا، یعنی احتیاط اور کمال تقویٰ[3] کی وجہ سے کھانا پیٹ کے اندر کا نکال دیا کیوں کہ خاص اس کھانے کا نکالنا تو غیر ممکن تھا سو تمام پیٹ خالی کر دیا، حالانکہ اگر آپ قے نہ فرماتے جب بھی گناہ نہ ہوتا۔

---

(۱۱) حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی کپڑا دس درہم کو خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا، نہ قبول فرمائے گا حق تعالیٰ اس کی نماز جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا، یعنی گو فرض ادا ہو جائے گا، مگر نماز کا پورا ثواب نہ ملے گا اور اسی طرح اور اعمال کو بھی قیاس[4] کر لو، خدا سے ڈرنا چاہیے کہ اول تو لوگوں سے عبادت ہی کیا ہوتی ہے اور جو ہوتی ہے وہ اس طرح ضائع[5] ہو پھر کیا جواب دیا جائے گا، قیامت کے روز، اور کیسے عذاب دردناک کی برداشت ہو گی۔

---

(۱۲) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: بے شک میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا ہوں جو تمھیں جنت سے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے، مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس کا حکم کر دیا ہے، یعنی جنت میں داخل کرنے والے اور دوزخ سے ہٹانے والے سب اعمال میں نے تم کو بتلادیے ہیں اور میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا جو تمھیں جنت سے دُور کر دے اور دوزخ سے تم کو قریب کر دے، مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس سے منع کر دیا ہے، یعنی دوزخ میں داخل کرنے والے اور جنت سے ہٹا دینے والے کاموں سے تم کو روک چکا ہوں کہ ایسے کام مت کرو، اور بے شک روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ بے شک کوئی نفس[6] ہرگز نہ مرے گا

حل لغات: (۱) بدلے میں۔ (۲) الٹی۔ (۳) اونچے درجہ کی پرہیزگاری۔ (۴) اسی قاعدہ پر سمجھ لو۔ (۵) برباد۔ (۶) جان، شخص۔

یہاں تک کہ پورا لے لے اپنا رزق، یعنی تقدیر میں جو رزق ہر مخلوق کی لکھا جا چکا ہے، بغیر اس قدر[1] مل جانے کے پہلے کوئی نہیں مرسکتا، اگرچہ وہ رزق دیر میں ملے، یعنی ملنا ضرور ہے، جس وقت پر لکھ دیا ہے اسی وقت پہنچے گا، نیت خراب کرنے اور حرام کمانے سے جلدی نہیں مل سکتا، خدا سے ڈرو! یعنی اس پر بھروسہ کرو، اور اس کے وعدے کا یقین کرو، پس حرام کمانے سے بچو، اور اختصار[2] اختیار کرو طلب رزق[3] میں یعنی بے حد دنیا کے کمانے میں مشغول نہ ہو، حرص[4] نہ کرو، شرع[5] کے خلاف کمائی سے بچو، اور ہرگز نہ آمادہ[6] کرے تم کو دیر لگنا رزق ملنے میں اس بات پر کہ تم طلب کرنے لگو اس کو خدا تعالیٰ کی معصیت[7] سے، یعنی اگر روزی ملنے میں دیر ہو تو گناہ اور حرام ذریعوں سے رزق حاصل نہ کرو، اس لیے کہ وقت سے پہلے ہرگز نہ ملے گا۔ خواہ مخواہ گناہ بے لذت میں مبتلا ہوگے۔ اس لیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ نہیں حاصل کی جاتی وہ چیز جو اس کے پاس ہے رزق، اور اس کے سوا جو چیز ہے، اس کی معصیت کے ذریعہ سے، رَوَاهُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا فِي الْقَنَاعَةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَدْخَلِ، وَقَالَ إِنَّهُ مُنْقَطِعٌ ، وَنَصُّ الْحَدِيْثِ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنِّي لَاأَعْلَمُ شَيْئًا يُّقَرِّبُكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ وَيُبْعِدُكُمْ مِّنَ النَّارِ إِلَّا أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَلَاأَعْلَمُ شَيْئًا يُّبْعِدُكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ وَيُقَرِّبُكُمْ مِّنَ النَّارِ إِلَّا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ، وَإِنَّ الرُّوْحَ الْأَمِيْنَ نَفَثَ فِيْ رُوْعِي أَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمُ اِسْتِبْطَاءُ شَيْءٍ مِّنَ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعْصِيَةِ اللهِ تَعَالٰى، وَلَايَنَالُ مَاعِنْدَهٗ مِنَ الرِّزْقِ وَغَيْرِهٖ بِمَعْصِيَتِهٖ.

---

(۱۴) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: دس حصوں میں سے نو حصے رزق تجارت میں ہے، یعنی تجارت بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ ہے، اس کو اختیار کرو۔

حل لغات: (۱) مقدار کے۔ (۲) کمی۔ (۳) روزی کمانے۔ (۴) لالچ۔ (۵) دین۔ (۶) اکسائے۔ (۷) نافرمانی۔

⑭ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس مؤمن کو جو محنتی ہو اور پیشہ ور[1] ہو، نہیں پرواہ[2] کرتا ہے کہ کیا پہنتا ہے یعنی محنت ومشقت میں معمولی میلے کپڑے پہنتا ہے، اتنی فرصت نہیں اور ایسا موقع نہیں جو کپڑے زیادہ صاف رکھ سکے، لیکن جو شخص مجبور نہ ہو اس کو سادگی کے ساتھ صاف رہنا چاہیے۔

⑮ حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ میری طرف وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں، اور میں تجارت کرنے والوں میں سے ہوں، اور لیکن یہ وحی کی گئی ہے مجھ کو کہ اللہ کی تسبیح (پاکی بیان کرنا یعنی سبحان اللہ کہنا) کرو اس کی حمد[3] کے ساتھ یعنی اس کی تعریف بیان کرو، یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھو اور ہو جاؤ سجدہ کرنے والوں میں سے یعنی نماز پر ہمیشگی[4] کرو اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو، یہاں تک کہ تم کو موت آجائے، یعنی حاجت سے زیادہ دنیا میں مشغول نہ ہو، کیوں کہ بقدر ضرورت[5] معاش[6] کا بندوبست[7] کرنا سب پر واجب ہے، ہاں جس میں توکل کی قوت ہو اور سب شرطیں اس میں توکل کی جمع ہوں ایسا شخص البتہ سب کام چھوڑ کر محض[8] عبادت علمیہ وعملیہ[9] میں مشغول ہو جائے۔

⑯ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: فرمایا جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے: رحم کرے اللہ تعالیٰ آدمی نرمی کرنے والے پر، جس وقت کوئی چیز فروخت[10] کرے اور جس وقت کچھ خریدے اور جس وقت قرض طلب کرے۔

سبحان اللہ! خرید و فروخت اور قرض طلب کرنے کی حالت میں نرمی اور رعایت[11] کرنے کا کس قدر بڑا درجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے شخص کے حق میں خاص طور

حل لغات: ① پیشہ کرنے والا، تاجر، دکاندار۔ ② خیال۔ ③ تعریف۔ ④ پابندی۔ ⑤ ضرورت بھر۔ ⑥ کمائی۔ ⑦ انتظام۔ ⑧ صرف۔ ⑨ علمی عبادت یعنی پڑھنا پڑھانا کتابیں لکھنا وغیرہ اور عملی عبادت یعنی نماز تلاوت وذکر وغیرہ۔ ⑩ بیچنا۔ ⑪ چھوٹ دینا۔

پر دعا فرماتے ہیں اور آپ کی دُعا یقیناً مقبول ہے، اگر اس نرمی کے برتاؤ[1] کی فقط یہی فضیلت ہوتی اور اس کے سوا کچھ ثواب نہ ملتا، تو یہی بہت بڑی نعمت تھی، حالانکہ اس رعایت اور نرمی کا ثواب بھی ملے گا۔ لہٰذا تاجروں کو مناسب ہے کہ اس صحیح حدیث پر عمل کر کے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے محلِ کرم[2] ہوں، نیز[3] دنیا کا اس برتاؤ میں یہ نفع ہے کہ ایسے شخص کے معاملہ سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور تجارت خوب چلتی ہے، لوگوں کا رجوع[4] ایسے معاملہ کرنے والے کی طرف بہت ہوتا ہے اور بعض اوقات خوش ہو کر دُعا بھی دیتے ہیں، واقعی بات یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنے والا دین و دنیا میں گویا بادشاہ ہو کر رہتا ہے اور بڑی راحت[5] سے گذرتی ہے، اس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہے جس کو دارین کی برکتیں حاصل ہوں اور خدا کے نزدیک اور اکثر لوگوں کے نزدیک بھی محبوب اور عزیز ہے۔ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِلَفْظٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: رَحِمَ اللهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرٰى وَإِذَا اقْتَضٰى[6]

[بخاری: ۲۰۷۶، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ]

(۱۷) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: بچو تم زیادہ قسم کھانے سے بیچنے میں، یعنی اس خیال سے کہ ہمارا مال خوب بکے بہت قسمیں نہ کھاؤ، کیوں کہ زیادہ قسم کھانے میں کوئی نہ کوئی قسم ضرور جھوٹ نکلے گی اور پھر اس سے بے برکتی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے، ہاں کبھی اگر ایسا کرو تو مضائقہ[7] نہیں، اس لیے کہ تحقیق وہ کثرت سے قسم کھانا رواج[8] دینا ہے مال کو اور لوگوں کو قسم کی وجہ سے مال کے متعلق جو اُمور[9] ہوتے ہیں ان کا اعتبار[10] آ جاتا ہے، پھر بے برکت کر دیتا ہے جس سے دین و دنیا کی منفعت[11] سے محرومی ہوتی ہے۔

حل لغات: (۱) معاملہ۔ (۲) کرم کے مستحق۔ (۳) اس کے علاوہ۔ (۴) متوجہ ہونا۔ (۵) آرام۔ (۶) اس مضمون کے شروع میں اس حدیث کا ترجمہ اور حوالہ لکھا ہوا ہے۔ (۷) حرج۔ (۸) عام کرنا۔ (۹) کام، معاملے۔ (۱۰) بھروسہ۔ (۱۱) فائدہ۔

۱۸ حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے : تجارت کرنے والا سچا گفتگو میں اور برتاؤ[1] میں بڑا امانت دار، قیامت میں انبیاء اور صدیقین، یعنی جو بڑے بڑے خدا کے ولی ہیں اور جنہوں نے ہر قول[2] اور ہر فعل میں، اعلیٰ درجہ کی سچائی اختیار کی ہے اور اللہ میاں کی نہایت اعلیٰ درجہ کی اطاعت[3] کی ہے اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا، یعنی ایسے تاجر کو جس کی یہ صفتیں ہوں جو بیان کی گئیں قیامت کے روز حضرت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور حضرات صدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ کی ہمراہی[4] اور دوزخ سے نجات میسّر[5] ہوگی، اور ساتھ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ان حضرات کے برابر رتبہ مل جاوے گا؛ بلکہ ایک خاص قسم کی بزرگی مراد ہے جو بڑوں کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوتی ہے، جیسے کہ کوئی شخص کسی بزرگ کی دنیا میں دعوت کرے، اور ان کے ہمراہ[6] ان کے خادموں کی بھی ضیافت[7] کرے، تو ظاہر ہے کہ ان بزرگ کے کھانا کھانے کی جگہ اور ان خدام[8] کے کھانا کھانے کی جگہ نیز کھانا ایک ہی ہوگا، لیکن جو درجہ ان لوگوں کے نزدیک ان بزرگ کا ہوگا، وہ خادموں کا نہیں، مگر ہمراہی کا شرف[9] وعزت، نیز کھانے اور مکان میں شرکت کا مُیسّر آنا ایک بہت بڑا کمال ہے۔ جو خادموں کو حاصل ہوا ہے، خصوصاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی بہت بڑی دولت ہے، اگر فرض[10] کرو کہ کھانا بھی میسر نہ ہو ہمراہی سے کچھ عزت بھی میسر نہ ہو، فقط ہمراہی ہی میسر ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والے مسلمان کے لیے فقط[11] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار[12] اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی ہی بڑی دولت ہے، بلکہ دیدار تو بڑی چیز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوس ہی بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی اس دعاء متبرک[13] کا مستحق[14] ہونا ضرور مناسب ہے۔

حل لغات: ① معاملات۔ ② بات۔ ③ فرمانبرداری۔ ④ ساتھ ہونا۔ ⑤ حاصل۔ ⑥ ساتھ۔ ⑦ مہمان نوازی۔ ⑧ خادم کی جمع، نوکر۔ ⑨ سعادت۔ ⑩ مان لو۔ ⑪ صرف۔ ⑫ دیکھنا۔ ⑬ برکت والی دعا۔ ⑭ حقدار۔

(۱۹) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: اے گروہ[۱] تاجروں کے! بے شک بیع[۲] ایسی چیز ہے جس میں اکثر لغو[۳] باتیں ہو جاتی ہیں اور قسم کھائی جاتی ہے، پس ملا لو اس میں صدقہ، یعنی لغو باتیں اور قسمیں کھانا بُری بات ہے، لہٰذا صدقہ کرنا چاہیے، تاکہ ان لغویات وغیرہ کا جو کہ بلا قصد[۴] صادر[۵] ہوگئی ہیں کفارہ ہو جائے اور قلب[۶] میں جو کدورت[۷] پیدا ہوگئی ہے وہ جاتی رہے اور لغو سے مراد بے کار کلام ہے۔

(۲۰) حدیث میں ہے کہ تجارت کرنے والے قیامت کے روز فاجر[۸] اور گنہگار اُٹھائے جاویں گے، مگر جو شخص ڈرا اور سچ بولا۔ (اور خرید و فروخت میں کوئی گناہ نہ کیا تو اس وبال[۹] سے بچ جاوے گا)۔

یہاں تک بہشتی زیور کا مضمون ختم ہوا۔

حل لغات: (۱) مجموعہ، جماعت۔ (۲) بیچنا۔ (۳) بے کار۔ (۴) بلا ارادہ۔ (۵) واقع ہوگئی۔ (۶) دل۔ (۷) گندگی۔ (۸) گنہگار۔ (۹) ہلاکت۔

فصل

کمائی کی فضیلت کے بیان میں

اس میں سب سے پہلے تو قرآن پاک کی آیات ہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم[1] کے باب ''آداب الکسب والمعاش[2]'' میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس سے مختصر[3] کرکے یہاں لکھتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا [سورہ نبا:۱۱]	اور بنایا دن کمائی کرنے کو۔ [فوائد القرآن]

اس آیت شریفہ کو اللہ جل شانہ نے احسان جتانے کے لیے بیان فرمایا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ. [سورہ اعراف:۱۰]	اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور مقرر کردیں اس میں تمہارے لیے روزیاں، تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ. [سورہ مزمل:۲۰]	اور کتنے اور لوگ پھریں گے ملک میں ڈھونڈنے اللہ تعالیٰ کے فضل کو۔ [فوائد القرآن]

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ. [سورہ جمعہ:۱۰]	پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ تعالیٰ کا۔

حل لغات: (۱) ایک کتاب کا نام۔ (۲) روزی اور کمائی کے آداب کا باب۔ (۳) چھوٹا اور کم۔

اور حدیث پاک میں آیا ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. [رواه الطبرانی فی الاوسط: ۸/ ۲۷۲:۸۶۱۰، واسناده حسن ان شاء الله تعالٰی]	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول[1] ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال مال کا طلب[2] کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ. [رواه الطبرانی: ۹۹۹۳، والبیہقی: ۱۳۰۳۰]	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی[3] ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال مال کا طلب کرنا دوسرے فرائض[4] کی ادائیگی کے بعد فرض ہے۔

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا رَجُلٍ اِكْتَسَبَ مَالًا مِّنْ حَلَالٍ فَأَطْعَمَ نَفْسَهٗ أَوْكَسَاهَا فَمَنْ دُوْنَهٗ مِنْ خَلْقِ اللهِ تَعَالٰى كَانَ لَهٗ بِهٖ زَكٰوةٌ. [رواه ابن حبان فی صحیحہ من طریق دراج عن ابی الہیثم: ۴۲۳۶]	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس آدمی نے بھی حلال مال کما کر خود اپنے کھانے اور پہننے میں خرچ کیا یا اپنے علاوہ اللہ تعالٰی کی مخلوق میں سے کسی دوسرے کو کھلایا یا پہنایا تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوگا۔

حل لغات: (۱) نقل کی گئی۔ (۲) حاصل کرنا، چاہنا۔ (۳) روایت۔ (۴) فرض کی جمع۔

وَعَنْ نَصِيحٍ الْعَنْسِيِّ عَنْ رَكْبٍ الْمِصْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: طُوْبٰى لِمَنْ طَابَ كَسْبُهٗ. [الحدیث، رواہ الطبرانی: ۴۶۱۶ فی حدیث طویل]	حضرت رکب مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری ہواس کے لیے جس کی کمائی پاک ہو۔

ترغیب وترہیب[1] کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! دعا فرمادیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات[2] بنادے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! اپنا کھانا پاک وحلال بنالو، مستجاب الدعوات بن جاؤگے، اور قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس سے چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَأَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ. [رواہ البخاری: ۲۰۷۲]	حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حل لغات: (۱) ایک کتاب کا نام۔ (۲) جس کی دعا قبول کی جائے۔

وَابْنُ مَاجَةَ وَلَفْظُهٗ قَالَ: مَا كَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَمَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَأَهْلِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَخَادِمِهٖ فَهُوَ صَدَقَةٌ. [سنن ابن ماجہ:۲۱۳۸]	اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمائی نہیں اور جو مال حلال بھی آدمی خود اپنے پر اور اپنے اہل پر اور اپنی اولاد اور خادم پر خرچ کرے وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَّحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهٗ أَوْيَمْنَعَهٗ. [رواہ بخاری: ۲۰۷۴، ومالک: ۱۰، ۳۶۶۱، ۸۳۸، ومسلم: ۲۴۴۹، ۱۰۷، والنسائی: ۲۵۸۴]	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنی پشت[1] پر لکڑیاں لاد کر اس کو بیچ کر کھائے یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کرے پھر وہ دے یا نہ دے۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ: أَمَا فِيْ بَيْتِكَ شَيْءٌ؟ قَالَ: بَلٰى! حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهٗ وَنَبْسُطُ	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کچھ مال کا سوال[2] کیا: آپ نے فرمایا: تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ ان انصاری نے عرض کیا: ہاں ہے، ایک

حل لغات: (۱) پیٹھ۔ (۲) مانگا۔

بَعْضَهُ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيْهِ مِنَ	ٹاٹ ہے، جس کے کچھ حصہ کو پہنتا ہوں،
الْمَاءِ قَالَ: اِئْتِنِيْ بِهِمَا فَأَتَاهُ بِهِمَا	اور کچھ کو بچھا کر سوتا ہوں، اور ایک پیالہ
فَأَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ	ہے، جس میں پانی پیتا ہوں، آپ نے
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ	فرمایا: ان دونوں کو لے آؤ، وہ انصاری لے
مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ؟ قَالَ رَجُلٌ:	آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں
أَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ. قَالَ رَسُوْلُ	چیزوں کو ہاتھ میں لے کر فرمایا: ان کو کون
اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ	خریدتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا کہ ان دونوں
وَسَلَّمَ: مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ؟	کو ایک درہم میں لے لوں گا، حضور اقدس
مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ رَجُلٌ: أَنَا	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ
اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ.	میں کون لے گا؟ دو تین دفعہ یہی اعلان
فَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا	فرمایا، ایک آدمی نے عرض کیا: میں دو درہم
الْأَنْصَارِيَّ وَقَالَ اِشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا	میں لے لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں
طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلٰى أَهْلِكَ، وَاشْتَرِ	درہم لے کر انصاری کو عطا فرما دیے اور
بِالْاٰخَرِ قَدُّوْمًا فَأْتِنِيْ بِهٖ. فَأَتَاهُ بِهٖ	فرمایا کہ ایک درہم سے کچھ کھانے کی چیز
فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ	خرید کر گھر والوں کے پاس پھینکو، اور
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عُوْدًا بِيَدِهٖ	دوسرے کی کلہاڑی(1) خرید کر میرے پاس
ثُمَّ قَالَ: اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا	لے آؤ، وہ لے آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حل لغات: (1) لکڑی کاٹنے کا آرا۔

أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا (فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيْعُ[1]) فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ، فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تَجِيْءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [الحدیث] [رواہ ابوداؤد:۱۶۴۱، واللفظ لہ، النسائی والترمذی، وقال حدیث حسن]	نے اپنے دست[2] مبارک سے اس میں دستہ[3] لگایا۔ اور ان انصاری سے فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو، اور دیکھو پندرہ دن تک تمھیں میں ہرگز نہ دیکھوں، ان انصاری نے ایسا ہی کیا، پھر پندرہ دن کے بعد اس حال میں آئے کہ دس درہم نفع کما چکے تھے، بعض کا کپڑا خریدا اور بعض درہم کے کھانے کی چیزیں خریدیں اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارا خود محنت کر کے کمانا تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن اس حال میں آؤ کہ سوال کا داغ[4] تمہارے چہرہ پر ہو۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: مَنْ أَمْسٰى كَالًّا مِّنْ عَمَلِهٖ أَمْسٰى مَغْفُوْرًا لَّهٗ. [رواہ الطبرانی فی الاوسط: ۷۵۲۰]	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے اس حال میں شام کی کہ کام کرنے کی وجہ سے تھک کر چور ہو گیا ہو تو گویا[5] اس نے اس حال میں شام کی کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہوں گے۔

حل لغات: (۱) حضرت شیخ نے بین قوسین جملہ کے بجائے ''ففعل'' لکھا ہے حالاں کہ ابوداؤد میں بھی یہ جملہ موجود ہے ''ففعل'' نہیں ہے۔ اس سے مراد ہے دے دو، لکڑی کاٹنے کا آلہ۔ (۲) ہاتھ۔ (۳) آلہ کو پکڑنے کا حصہ۔ (۴) نشان۔ (۵) جیسے۔

ان سب آیات وروایات[1] سے کمائی کی فضیلت اور ترغیب[2] معلوم ہوتی ہے، اور بھی بہت سی احادیث اپنے ہاتھ سے کمائی کی فضیلت میں وارد[3] ہوئی ہیں، لیکن اس کے بالمقابل[4] جو آیات وروایات توکل کے بارے میں ہیں وہ ان سے بھی بڑھی ہوئی ہیں، قرآن وحدیث اور اکابر کے کلام[5] توکل سے لبریز[6] ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ توکل ایک بڑا مرتبہ ہے دین کے مراتب[7] میں سے اور مقربین[8] کے درجات میں سے ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا بھی بہت دشوار[9] ہے اور اس کے بارے میں آیات واحادیث جو وارد ہیں ان کا احصاء[10] بھی مشکل ہے، چند پر اکتفاء[11] کرتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. [سورۂ مائدۃ: ۲۳]	اور اللہ پر بھروسہ چاہیے ایمان والوں کو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ. [سورہ ابراھیم: ۱۱]	اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ چاہیے بھروسہ والوں کو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. [سورۂ طلاق: ۳]	اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کو کافی ہے۔

ایک دوسری جگہ وارد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ. [سورۂ ال عمران: ۱۵۹]	اللہ تعالیٰ کو محبت ہے توکل والوں سے۔

فائدہ: تو اللہ تعالیٰ جس کے لیے حسیب[12] اور کافی ہو اور جس کا محب[13] اور محافظ ہو جائے تو وہ

حل لغات: (۱) حدیثوں۔ (۲) رغبت دلانا۔ (۳) آئی۔ (۴) مقابلہ میں۔ (۵) بزرگوں کی بات۔ (۶) بھرے ہوئے ہیں۔ (۷) مرتبہ کی جمع معنی درجے۔ (۸) قریب والوں۔ (۹) مشکل۔ (۱۰) شمار کرنا، گننا۔ (۱۱) کافی سمجھتے۔ (۱۲) ذمہ دار۔ (۱۳) محبت کرنے والا۔

شخص کامیاب ہوگیا، اس لیے کہ محبوب نہ تو عذاب دیتا ہے اور نہ محب کو دُور کرتا ہے اور نہ اپنے دیدار(۱) سے محب کو محجوب(۲) کرتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ. [سورۂ زمر:۳۶]	کیا اللہ بس نہیں اپنے بندہ کو۔

اور وارد ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ . [سورۂ انفال:۴۹]	اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اور ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ. [سورۂ اعراف:۱۹۴]	جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تم جیسے۔

اور وارد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ. (الاٰية) [سورۂ عنکبوت:۱۷]	بے شک جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے، سو تم ڈھونڈ و اللہ کے یہاں روزی اور اس کی بندگی کرو، اور اس کا حق مانو اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

اور فرمایا ہے۔

وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ. [سورۂ منافقون:۷]	اللہ تعالیٰ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے، لیکن منافقین(۳) نہیں سمجھتے۔

حل لغات: (۱) دیکھنے۔ (۲) پردہ، دور کرنا۔ (۳) منافق کی جمع، ایسے لوگ جو ظاہر میں مسلمان اور دل میں کفر رکھتے ہوں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ . [سورہ یونس:۳]	تدبیر[1] کرتا ہے کام کی، کوئی سفارش[2] نہیں کرسکتا مگر اس کی اجازت کے بعد۔ [احیاء ص ۴]

اس کے علاوہ بہت سی احادیث کتب حدیث میں اس کی ترغیب و تاکید میں وارد ہوئی ہیں، چناں چہ حدیث میں ارشاد ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ نبی کریم
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمًا	صلی اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ گھر سے باہر
فَقَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ	نکلے تو فرمایا کہ میرے اوپر امتیں پیش کی
يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ، وَالنَّبِيُّ	گئیں تو دیکھا کہ بعض نبی کے ساتھ ایک ہی
وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيُّ وَ مَعَهُ	آدمی ہے (جوان پر ایمان لایا) بعض کے
الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ	ساتھ دو آدمی ہیں اور بعض کے ساتھ ایک
فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ	جماعت ہے اور بعض کے ساتھ ایک آدمی
فَرَجَوْتُ أَنْ يَّكُوْنَ أُمَّتِيْ، فَقِيْلَ:	بھی نہیں، پھر ایک بہت بڑی جماعت کو
هٰذَا مُوْسٰى فِيْ قَوْمِهٖ ثُمَّ قِيْلَ لِيْ:	دیکھا جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق[3]
اُنْظُرْ فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ	کو گھیر رکھا تھا تو میں نے یہ تمنا کی، خدا
الْأُفُقَ فَقَالَ لِيْ: اُنْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا	کرے کہ یہ میری امت ہو، مجھ سے یہ کہا

حل لغات: (۱) انتظام و ترتیب۔ (۲) طرف داری، وکالت۔ (۳) حد نظر جہاں آسمان زمین ملے ہوئے دکھائی دیں۔

فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ	گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ
الْأُفُقَ فَقِيْلَ: هٰؤُلَاءِ	ہیں۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ نظر اٹھاؤ، جب نظر اٹھائی تو
أُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ	ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس نے اپنی کثرت کی
سَبْعُوْنَ أَلْفًا قُدَّامُهُمْ	وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا، پھر مجھ سے کہا گیا: ادھر
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ	اور ادھر (دائیں بائیں کی طرف) دیکھو تو میں نے بہت
حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَا	بڑی جماعت دیکھی جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق
يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ	کو گھیر رکھا تھا تو کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ اور ان
وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ	کے ساتھ ستر ہزار ان کے آگے اور بھی ہیں جو جنت میں
يَتَوَكَّلُوْنَ . فَقَامَ عُكَّاشَةُ	بغیر حساب کے داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ
بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: اُدْعُ	فال[1] لیتے ہیں اور نہ ٹونا[2] ٹوٹکا کرتے ہیں اور نہ (بطور
اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ،	علاج کے) جسموں کو داغتے[3] ہیں اور صرف اپنے
قَالَ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ	پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، یہ سن کر حضرت عکاشہ
مِنْهُمْ. ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ	بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور عرض کیا کہ دعا فرما
اٰخَرُ فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ	دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کردے، آپ نے دعا
يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ:	فرمادی کہ اے اللہ اس کو ان لوگوں میں کردے، پھر
سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.	ایک اور آدمی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لیے بھی دعا فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں کردے،
[متفق علیہ، مشکوٰۃ: ۵۲۹۶ ص ۱۴۵۷ ج ۳]	اس پر آپ نے فرمایا کہ عکاشہ نے پہل کردی۔

حل لغات: ① کسی چیز کے ذریعہ آئندہ ہونے والے حالات کو منحوس یا باسعادت سمجھنا۔ ② چیزوں کو موثر مان کر ان کو تعویذ کے طور پر استعمال کرنا جیسے شیر کے ناخن کو گلے میں ڈالنا۔ گھر کے دروازے پر گھوڑے کی نال لگانا وغیرہ۔ ③ لوہے کو گرم کرکے زخم کو جلانا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس ارشاد کا مطلب کہ ”عکاشہ سبقت[1] لے گئے“ یہ ہے کہ ایک طلب حقیقی ہے اور ایک صورت دیکھی کی، جیسا بیعت[2] کے درمیان میں، ایک شخص طلب لے کر آتا ہے، اور دیکھا دیکھی اور بھی بہت سے بیعت ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بھی مرید[3] ہوں گے۔

ایک طویل حدیث قدسی[4] میں وارد ہے۔

إِنَّ اللهَ قَالَ: وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ	بے شک اللہ نے فرمایا ہے میری عزت، جلال[5]،
وَعُلُوِّيْ وَبَهَائِيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ	بلندی، جمال[6] اور میرے مرتبہ کے ارتفاع[7] کی قسم!
لَا يُؤْثِرُ عَبْدٌ هَوَايَ عَلٰى هَوٰى	نہیں ترجیح[8] دیتا ہے کوئی بندہ میری مرضی کو اپنی
أَنْفُسِهٖ إِلَّا أَثْبَتُّ أَجَلَهٗ عِنْدَ	خواہش پر مگر میں اس کی موت کو اس کی نگاہ کے
بَصَرِهٖ، وَضَمَّنْتُ السَّمَاءَ	سامنے کر دیتا ہوں (یعنی وہ موت سے غافل نہیں
وَالْأَرْضَ رِزْقَهٗ وَكُنْتُ لَهٗ مِنْ	رہتا) اور آسمان و زمین کو اس کے رزق کا ضامن[9]
وَّرَاءِ تِجَارَةِ كُلِّ تَاجِرٍ. [رواہ الطبرانی فی الکبیر: ۱۹/ ۱۲۷ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما شرح الاحادیث القدسیہ ص۲۰۱]	بنا دیتا ہوں اور میں اس کا معاون[10] بن جاتا ہوں ہر تاجر کی تجارت کے پیچھے (کہ وہ جس تاجر سے بھی جائز سودا کرے اس کو نفع ہوگا)۔

حل لغات: (۱) کسی سے آگے نکل جانا، پہل کرنا۔ (۲) کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر توبہ کرنا اور فرمانبرداری والی زندگی گذارنے کا وعدہ کرنا۔ (۳) کسی شیخ بزرگ سے بیعت ہونے والا۔ (۴) وہ حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کی کوئی بات اور قول نقل فرمایا ہو۔ (۵) بزرگی اور بڑائی (۶) حسن، خوبصورتی۔ (۷) اونچائی۔ (۸) دوسرے کے مقابلہ میں کسی کو آگے کرنا یا بڑھانا۔ (۹) ذمہ دار۔ (۱۰) مدد کرنے والا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَوْأَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَايَرْزُقُ الطَّيْرَتَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا.	حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنا چاہیے تو تم کو ایسی روزی دے جیسے روزی دیتا ہے کہ صُبح کو بھوکے پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس ہوتے ہیں۔
[رواہ الترمذی: ۴۴ ۲۳، وابن ماجۃ: ۴۱۶۴، مشکوٰۃ: ۵۲۹۹ ص:۱۴۵۸ ج:۳ طبع بیروت]	

وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّيْ لَأَعْلَمُ اٰيَةً لَوْ أَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَتْهُمْ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.	حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ اس پر عمل کرلیں تو ان کے لیے کافی ہوجائے، اور وہ آیت یہ ہے ”وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ الاٰية“ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ پیدا فرمادیتا ہے۔ اور ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہیں ہوتا۔
[رواہ احمد:، وابن ماجہ:، والدارمی:۲۷۶۷، مشکوٰۃ: ۵۳۰۶]	

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
كَانَ أَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ	کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں دو
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ	بھائی تھے، ان میں سے ایک تو حضور
فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ	اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضری دیا کرتا
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ	تھا،اور دوسرا بھائی کوئی کام کرتا تھا، کام
يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ إِلَى	کرنے والے نے دوسرے بھائی کی نبی
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ	کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی (کہ یہ کچھ نہیں کرتا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا
وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ.	(کہ تم اس کے کام نہ کرنے کی شکایت کرتے ہو اور تمہیں پتہ نہیں کہ) شاید اسی
[رواہ الترمذی:۲۳۴۵،وقال ھٰذا حدیث صحیح غریب، مشکوٰۃ:۵۳۰۸]	کی وجہ سے تمہیں روزی ملتی ہو۔

گنگوہ میں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے کتب خانہ کا کام ایک بزرگ منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی کیا کرتے تھے، فرمائشوں کا نکالنا، بنڈل بنانا، ڈاکخانہ لے جانا وغیرہ، میرے چچا جان مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ عبادات میں مشغول رہتے تھے، تلاوت نوافل وغیرہ میں، ایک دفعہ منشی جی نے چچا جان کو بہت ڈانٹا کہ کتب خانہ کی بھی کچھ خیر خبر لے لیا کرو، سارا دن یونہی پھرتے رہتے ہو، ابا جان نے منشی جی کو بُلا کر بہت ڈانٹا اور یہ کہا کہ منشی جی! میں یوں سمجھتا ہوں کہ مجھے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی افراط[1] دے رکھی ہے، وہ اسی بچہ کی وجہ سے ہے، اس کو کبھی کچھ مت کہیو، قصّہ طویل[2] ہے حدیث کے مناسب تھا اس واسطے یاد آ گیا اور مختصر لکھوا دیا۔

حل لغات: (۱) زیادتی۔ (۲) لمبا۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ	مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ:	فرمایا کہ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے کہ اگر
لَوْأَنَّ عَبِيْدِيْ أَطَاعُوْنِيْ لَأَسْقَيْتُهُمْ	میرے بندے میری فرمانبرداری کریں، تو
بِاللَّيْلِ وَأَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ	ان پر رات کو بارش برساؤں اور دن میں
بِالنَّهَارِ وَلَمْ أُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ.	دھوپ نکال دوں اور بادلوں کے گرجنے کی
[رواہ احمد: ۸۷۰۸، مشکوٰۃ: ۵۳۱۰ ص ۱۴۶۱ ج ۳]	آواز نہ سنواؤں۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: ''وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ'': (اس زندہ ذات پر بھروسہ کر جو کبھی فنا نہیں ہوگا) آخر تک تلاوت کی، پھر فرمایا کہ بندہ کے لیے اس آیت کے بعد مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ کرے۔

بعض علماء کو خواب میں یہ بات کہی گئی کہ جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا، اس نے اپنی روزی جمع کرلی۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ جس رزق کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لے لیا ہے، وہ تم کو فرائض پر عمل کرنے سے غافل نہ کردے کہ تم آخرت کے معاملہ کو چھوڑ دو، حالانکہ اتنی ہی تم دنیا پاسکتے ہو جتنی مقدر[۱] ہوچکی ہے اور اس فرض سے ہٹ کر روزی کمانے میں مشغول ہونے سے مال کچھ بڑھے گا نہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بعض راہبوں[۲] سے سوال کیا کہ کہاں سے کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ مجھے اس کا پتہ نہیں، میرے رب سے پوچھو کہ مجھے کہاں سے کھلاتا ہے۔

حل لغات: (۱) تقدیر میں دی گئی۔ (۲) عیسائی مذہب کے عبادت کرنے والے لوگ۔

ہرم بن حیان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میرے لیے کیا حکم ہے کہ میں کہاں رہائش اختیار کروں؟ حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ نے ملک شام کی طرف اشارہ کیا، ہرم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ وہاں روزی کی کیا صورت ہوگی؟ حضرت اویس رحمۃ اللہ نے فرمایا: افسوس ہے ان قلوب[1] پر جن میں شک سما گیا[2]، ان کو وعظ و نصیحت کیا نفع دے گی۔ [ماخوذ من الاحیا، ص ۲۴ ج ۴]

میرے رسالہ فضائل حج میں بھی چند واقعات لکھے ہیں۔

① ایک بزرگ کہتے ہیں: میں مکہ مکرمہ میں تھا، ہمارے قریب ایک نوجوان رہا کرتا تھا، اس کے پاس پرانی چادریں تھیں، وہ نہ ہمارے پاس آتا جاتا تھا نہ کبھی پاس بیٹھتا، میرے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی[3] میرے پاس ایک جگہ سے بہت حلال ذریعہ سے دو درہم آئے، میں وہ لے کر اس جوان کے پاس گیا اور میں نے اس کے مصلٰی پر ان کو رکھ کر کہا کہ بالکل حلال ذریعہ سے مجھ کو ملے ہیں، ان کو تم اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا، اس جوان نے مجھے ترچھی اور تیز ترش نگاہ[4] سے دیکھا اور یہ کہا کہ اللہ پاک کے ساتھ یہ ہم نشینی (پاس بیٹھنا) میں نے ستر ہزار اشرفیاں[5] نقد جو میرے پاس تھیں علاوہ جائداد کے اور کرایہ کے مکانات کے ان سب سے اپنے کو فارغ البال[6] کر کے خریدا ہے، تو ان دراہم کے ساتھ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتا ہے، یہ کہہ کر اپنا مصلٰی جھاڑ کر کھڑا ہو گیا، جس استغناء[7] کے ساتھ وہ اُٹھ کر جا رہا تھا اور میں بیٹھا ان دراہم کو چن رہا تھا، اس وقت تک کی اس کی سی عزت اور اپنی سی ذلت میں نے عمر بھر کسی کی نہیں دیکھی، یعنی اس وقت اس کی عزت جتنی میری نگاہ میں تھی اتنی عزت کبھی کسی کی میری نگاہ میں نہیں ہوئی، اور جتنی اس وقت درہم چنتے ہوئے مجھے اپنی ذلت محسوس ہو رہی تھی اتنی ذلت کبھی اپنی یا کسی اور کی مجھے محسوس نہیں ہوئی۔ [فضائل حج واقعہ ۳۰]

② حضرت شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کا معمول[8] تھا کہ جب کہیں سفر کو تشریف لے

حل لغات: ① دلوں۔ ② داخل ہو گیا۔ ③ دل میں بیٹھ گئی۔ ④ کڑوی نگاہ سے یعنی سخت انداز سے گھور کر دیکھنا۔ ⑤ سونے کے سکے۔ ⑥ بے فکر۔ ⑦ لاپرواہی۔ ⑧ ہمیشہ کا عمل۔

جاتے نہ کسی سے تذکرہ کرتے، نہ کسی کو خبر ہوتی، ایک لوٹا ہاتھ میں لیا اور، حامد اسود کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں بھی مسجد میں حاضر خدمت تھا، آپ حسبِ معمول لوٹا لے کر چل دیے، میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا، جب ہم قادسیہ[1] میں پہنچے تو آپ نے دریافت[2] فرمایا: حامد کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو ہمرکابی[3] کے لیے چل پڑا، فرمایا کہ میرا ارادہ تو مکہ مکرمہ جانے کا ہے۔ میں نے عرض کیا: میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ وہیں چلوں گا، جب ہم کو چلتے چلتے تین دن ہو گئے تو ایک نوجوان ہمارے ساتھ اور بھی ہولیا، اور ایک دن رات وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا، لیکن اس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی، میں نے شیخ سے عرض کیا کہ یہ تیسرا آدمی جو ہمارے ساتھ مل گیا، نماز نہیں پڑھتا، شیخ نے اس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا؟ اس نے کہا کہ میرے ذمہ نماز نہیں ہے، آپ نے فرمایا کیوں، کیا تو مسلمان نہیں ہے؟ اس نے کہا: نہیں، میں تو نصرانی[4] ہوں؛ لیکن میں نصرانیت[5] میں بھی توکل[6] پر گذر کرتا ہوں، میرے نفس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ توکل میں پختہ[7] ہو گیا، میں نے اس کو جھٹلایا اور اس جنگل بیابان[8] میں لا ڈالا، تا کہ اس کے دعویٰ کا امتحان کروں، شیخ اس کی یہ بات سن کر چل دیے اور مجھ سے فرمایا: اس سے تعرض[9] نہ کرو، تمہارے ساتھ پڑا چلتا رہے وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا؛ یہاں تک کہ ہم بطن مرو پر پہنچے، وہاں شیخ نے اپنے میلے کپڑے بدن سے اُتارے اور ان کو دھویا، پھر لڑکے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: عبدالمسیح، شیخ نے فرمایا: عبدالمسیح یہ مکہ کی دہلیز[10] ہے یعنی حرم آ گیا اور اللہ جل شانہٗ نے مشرکوں کا داخلہ اس میں ممنوع[11] قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: **اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ**: (مشرکین ناپاک ہیں یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آویں) اور اپنے نفس کا جو امتحان کرنا چاہتا تھا وہ تجھ پر ظاہر ہی ہو گیا، پس ایسا نہ ہو کہ تو مکہ میں داخل ہو جاوے، اگر ہم

حل لغات: (۱) عراق کا ایک شہر۔ (۲) پوچھا۔ (۳) سفر میں ساتھ جانا۔ (۴) عیسائی۔ (۵) عیسائی مذہب۔ (۶) اللہ پر بھروسہ کرنا۔ (۷) پکا، مضبوط۔ (۸) سنسان جگہ، ویران۔ (۹) چھیڑ چھاڑ کرنا۔ (۱۰) دروازے کی چوکھٹ۔ (۱۱) منع کر دیا۔

تجھے وہاں دیکھیں گے تو اعتراض کریں گے۔ حامد کہتے ہیں: ہم اس کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے، مکہ مکرمہ پہنچے، اس کے بعد جب ہم عرفات پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا احرام باندھے ہوئے لوگوں کے منھ دیکھتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا اور شیخ کے اُوپر گر پڑا، شیخ نے پوچھا: عبدالمسیح کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ ایسا نہ کہو اب میں عبدالمسیح نہیں ہوں بلکہ اس کا غلام ہوں جس کے حضرت مسیح علیہ السلام بھی غلام تھے، حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ اپنی سرگذشت[1] تو سناؤ، کہنے لگا کہ جب تم مجھے وہاں چھوڑ کر چلے آئے تو میں اسی جگہ بیٹھ گیا، اور جب مُسلمانوں کا ایک قافلہ اور آ گیا تو میں بھی مسلمانوں کی طرح احرام باندھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ان کے ساتھ ہو لیا، جب مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ پر میری نظر پڑی تو اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب تھے وہ سب ایک دم میری نگاہ سے گر گئے، میں نے غسل کیا مسلمان ہوا اور احرام باندھا اور آج صبح سے تم کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں، اس کے بعد سے وہ اور ہم ساتھ ہی رہے، یہاں تک کہ صوفیاء[2] ہی کی جماعت میں اس کا انتقال ہوا۔

[فضائل حج، واقعہ ۵۴]

آپ بیتی[3] نمبر ۶ ص ۱۰۴ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات حسن العزیز سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اب رہا یہ شبہ[4] کہ کفار کے لیے ایسا کیوں ہوتا ہے، تو بات یہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہو سکتی ہے، یہ تو مسلم[5] ہے، اسی طرح ان کا توکل بھی مؤثر[6] ہو سکتا ہے۔ غرض جیسے دُعا قبول ہوتی ہے اسی طرح توکل بھی نافع[7] ہو سکتا ہے۔ بلکہ کافر کی بعض دعا تو ایسی قبول ہوئی ہے کہ مسلم کی کبھی نہیں ہوئی اور وہ دعا ہے ابلیس کی اَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ[8]۔ بات یہ ہے کہ اَنَا عِنۡدَ ظَنِّ عَبۡدِیۡ بِیۡ. انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ جیسا ظن[9] کر لیتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ پورا فرما دیتے ہیں، بت پرستوں تک کی حاجت پوری ہوتی ہے، چوں

حل لغات: (۱) حالات۔ (۲) اللہ والے۔ (۳) اس سے مراد حضرت شیخ زکریاؒ کی کتاب ''آپ بیتی ہے''۔ (۴) شک۔ (۵) قابل قبول، تسلیم شدہ۔ (۶) اثر کرنے والا۔ (۷) نفع بخش، فائدہ مند۔ (۸) مجھے قیامت تک مہلت دی جائے۔ (۹) گمان۔

کہ ان کو حق تعالیٰ سے یہی گمان ہوتا ہے اور حدیث پاک سے بھی اس کی تائید[1] ہوتی ہے۔
چناں چہ مجمع الزوائد ص ۱۵۱ ج ۱۰ر میں ایک روایت نقل کی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے
عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِه وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ	روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ اللہ
الْعَبْدَ يَدْعُوا اللهَ وَهُوَ يُحِبُّهُ	تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں دعا کرتا
فَيَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: يَاجِبْرِيْلُ!	ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے جبریل! میرے
اِقْضِ لِعَبْدِيْ هٰذَا حَاجَتَهٗ وَ	اس بندے کی یہ حاجت پوری کردو؛ مگر دینے
أَخِّرْهَا إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَهٗ وَ	میں ذرا تاخیر[2] کردو؛ کیوں کہ میں اس کی آواز کو پسند کرتا ہوں، اور بندہ اللہ تعالیٰ سے
إِنَّ الْعَبْدَ لَيَدْعُو اللهَ وَهُوَ يُبْغِضُهٗ	دُعا کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
فَيَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: يَاجِبْرِيْلُ	مبغوض[3] ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل
اِقْضِ لِعَبْدِيْ هٰذَا حَاجَتَهٗ	سے فرماتے ہیں: اے جبریل! اس بندہ کی یہ
وَعَجِّلْهَا فَإِنِّيْ أَكْرَهُ أَنْ أَسْمَعَ	حاجت پوری کردو اور جلدی سے اس کو فارغ
صَوْتَهٗ. [رواہ الطبرانی فی الاوسط: ۸۴۴۲]	کردو کیوں کہ مجھے اس کی آواز ناپسند ہے۔

اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ دردنامہ غمناک[4] میں فرمایا ہے۔

اگر رونا مرا خوش آوتا ہے — یہ درد و رنج تجھ کو بھاوتا ہے
تو دردِ غم سے نت[5] روتا رہوں گا — تری الفت[6] میں جی کھوتا رہوں گا

حل لغات: (۱) یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ (۲) دیر۔ (۳) ناپسند۔ (۴) حضرت حاجی امداداللہؒ کی کتاب کا نام ہے۔ (۵) ہمیشہ۔ (۶) محبت۔

③ شیخ بنان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مصر سے حج کو جارہا تھا، میرا توشہ[1] میرے ساتھ تھا، راستہ میں ایک عورت ملی کہنے لگی: بنان! تم بھی حمال[2] (یعنی مزدور) ہی نکلے، توشہ لادے لیے جارہے ہو، تمہیں یہ وہم[3] ہے کہ وہ تمہیں روزی نہیں دے گا، میں نے اس کی بات سن کر اپنا توشہ پھینک دیا، تین دن مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا، راستہ میں چلتے چلتے مجھے ایک پازیب (پاؤں کا زیور) پڑا ہوا ملا، یہ سوچ کر اٹھا لیا کہ اس کا مالک مل جائے گا تو اس کو دوں گا، وہ شاید اس پر مجھے کچھ دے دے، تو وہ عورت پھر سامنے آئی، کہنے لگی کہ تم دوکاندار ہی نکلے کہ وہ پازیب کے بدلہ میں شاید کچھ دے دے، اس کے بعد اس عورت نے میری طرف کچھ درہم پھینک دیے کہ لے انہیں خرچ کرتا رہیو، میں نے ان کو خرچ کرنا شروع کیا اور واپسی میں مصر تک اُنہوں نے مجھے کام دیا۔ [فضائل حج، واقعہ ۴۶]

---

④ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے تنہا[4] حج کیا، عزیز واقارب[5] کوئی ساتھ نہ تھا اور یہ عہد[6] کیا کہ کسی سے سوال نہ کروں گا۔ چلتے چلتے راستہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ ایک زمانہ تک کہیں سے کچھ نہ ملا، حتی کہ ضعف[7] کی وجہ سے چلنے سے عاجز[8] ہوگئے، اور دل میں خیال آیا کہ اب اضطرار[9] کا درجہ پہنچ گیا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اللہ جل شانہٗ نے ممانعت[10] فرمائی ہے، اس لیے اب مجھے سوال کر لینا چاہیے، لیکن پھر دل میں کھٹک پیدا ہوئی اور آخر یہ طے کر لیا کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کر لیا وہ نہیں توڑوں گا چاہے مرجاؤں، چوں کہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہوگئے تھے، اس لیے رہ گئے اور سارا قافلہ روانہ ہوگیا اور یہ موت کے انتظار میں قبلہ رو[11] ہو کر ایک جگہ لیٹ گئے، اتنے میں ایک سوار ان کے قریب آیا اس کے پاس ایک برتن میں پانی تھا وہ اس نے ان کو پلایا اور جو حاجت[12] تھی وہ سب پوری کی اور پھر پوچھا کہ تم قافلہ کے ساتھ ملنا چاہتے ہو؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ قافلہ

حل لغات: ① وہ کھانا جسے مسافر سفر میں ساتھ لے جاتا ہے۔ ② سامان اٹھانے والا، قلی۔ ③ شک، گمان۔ ④ اکیلے۔ ⑤ رشتہ دار۔ ⑥ پکا ارادہ۔ ⑦ کمزوری۔ ⑧ معذور۔ ⑨ سخت حاجت، مجبوری۔ ⑩ منع کرنا۔ ⑪ قبلہ کی طرف منہ کر کے۔ ⑫ ضرورت۔

اب کہاں، نہ معلوم کتنے دُور نکل چکا، اس سوار نے کہا کہ کھڑے ہو اور میرے ساتھ چلو، یہ چند ہی قدم اس کے ساتھ چلے تھے اس نے کہا کہ تم یہاں ٹھہر جاؤ قافلہ تم سے آملے گا یہ وہاں ٹھہر گئے تو قافلہ پیچھے سے ان کو آتا ہوا ملا۔ [فضائل حج، واقعہ ۳۶]

---

⑤ حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جا رہے تھے، ہوا کی گردش[1] نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ[2] میں پہنچا دیا، ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بُت کو پوج رہا ہے، ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی پرستش[3] کرتا ہے؟ اس نے اس بت کی طرف اشارہ کیا، ہم نے کہا: تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے، جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے، اس نے کہا: تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا: اس پاک ذات کی جس کا عرش[4] آسمان کے اُوپر ہے، اس کی گرفت[5] زمین پر ہے، اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر[6] ہے، کہنے لگا: تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا؟ ہم نے کہا: اس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم وشریف تھا، اس رسول نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں، اس نے کہا: وہ رسول کہاں ہے؟ ہم نے کہا کہ اس نے جب پیام[7] پہنچا دیا اور اپنا حق پورا کر دیا تو اس مالک نے اس کو اپنے پاس بلالیا تاکہ اس کے پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پورا کر دینے کا صلہ اور انعام عطا فرمائے، اس نے کہا کہ اس رسول نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا: اس مالک کا پاک کلام ہمارے پاس چھوڑا ہے، اس نے کہا: مجھے وہ کتاب دکھاؤ ہم نے قرآن پاک لاکر اس کے سامنے رکھا، اس نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ، ہم نے ایک سورت سنائی، وہ سنتے ہوئے روتا رہا؛ یہاں تک کہ وہ سورت پوری

حل لغات: ① ہوا کا گھماؤ۔ ② زمین کا وہ حصہ جس کے چاروں طرف پانی ہو، ٹاپو۔ ③ پوجا کرنا، عبادت کرنا۔ ④ تخت۔ ⑤ پکڑ۔ ⑥ اونچی۔ ⑦ پیغام۔

ہوگئی، اس نے کہا: اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا، ہم نے اس کو اسلام کے احکام اور ارکان بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں ۔ جب رات ہوئی، عشاء کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے، اس نے پوچھا: تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے؟ ہم نے کہا: وہ پاک ذات حی وقیوم[1] ہے وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے۔ (آیۃ الکرسی) وہ کہنے لگا: تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ، ہمیں اس کی بات سے بہت حیرت ہوئی، جب ہم اس جزیرہ سے واپس ہونے لگے، تو کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو؛ تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں، ہم نے اپنے ساتھ لے لیا، جب ہم شہر آبادان میں پہنچے، تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ شخص نو مسلم ہے، اس کے لیے کچھ معاش[2] کا فکر بھی چاہیے، ہم نے کچھ درہم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا: کچھ درہم ہیں ان کو تو اپنے خرچ میں لے آنا، کہنے لگا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے، میں ایک جزیرہ میں تھا، ایک بت کی پرستش[3] کرتا تھا، خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا، اس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع[4] اور ہلاک نہ کیا، حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا اور اس وقت مجھے کیوں[5] کر ضائع کردے گا جب کہ میں اس کو پہچانتا بھی ہوں۔ اس کی عبادت بھی میں کرتا ہوں، تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے، موت کے قریب ہے، ہم اس کے پاس گئے اس سے پوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا، کہنے لگا میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کردیں جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں (میری ہدایت کے لیے) بھیجا تھا، شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ مجھ پر دفعۃً نیند کا غلبہ[6] ہوا میں وہیں سو گیا، تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت سرسبز وشاداب[7] باغ ہے اس میں ایک

حل لغات: (۱) ہمیشہ زندہ ہے، ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ (۲) روزی۔ (۳) پوجا۔ (۴) برباد کرنا، ختم کرنا۔ (۵) کیسے۔ (۶) جھونکا آیا۔ (۷) ہرا بھرا خوبصورت۔

نہایت نفیس قبہ[1] بنا ہوا ہے، اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے، اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی، یہ کہہ رہی ہے: خدا کے واسطے اس کو جلدی بھیج دو، اس کے اشتیاق[2] میں میری بے قراری[3] حد سے بڑھ گئی، میری جو آنکھ کھلی تو اس نومسلم کی روح پرواز[4] کر چکی تھی، ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا، جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ. جس کا ترجمہ یہ ہے (اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ[5] ہے اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا اور دین پر مضبوط جمے رہے۔ پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے) حق تعالیٰ شانہ کے عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بت پرستی کی اور اس نے اپنے لطف[6] و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے وہاں بھیجا اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا: اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ[7].

[فضائل صدقات، واقعہ ۵۵]

---

⑥ حضرت ذوالنون مصری جو اکابر[8] و مشہور صوفیاء میں ہیں، فرماتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں جا رہا تھا مجھے ایک نوجوان نظر پڑا، جس کے چہرے پر ڈاڑھی کی دو لکیریں تھیں یعنی نکلنی شروع ہی ہوئی تھی، مجھے دیکھ کر اس کے بدن پر کپکپی آ گئی اور چہرہ زرد[9] ہو گیا اور مجھ سے بھاگنے لگا، میں نے کہا: میں تو تیرے ہی جیسا انسان ہوں، جن تو نہیں ہوں پھر کیوں اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ تم انسانوں ہی سے تو بھاگتا ہوں، میں اس کے پیچھے چلا اور

حل لغات: ① خوبصورت گنبد۔ ② شوق۔ ③ بے چینی۔ ④ اڑنا، نکل جانا۔ ⑤ خوش خبری۔ ⑥ فضل و کرم۔ ⑦ اے اللہ! تو جس کو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو تو نہ دے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ ⑧ بزرگ۔ ⑨ پیلا۔

میں نے اس کو قسم دی ذرا کھڑا ہو جائے، وہ کھڑا ہو گیا، میں نے پوچھا کہ تو اس جنگل بیاباں[1] میں بالکل تنہا[2] رہتا ہے کوئی رفاقت[3] کے لیے بھی نہیں ہے، تجھے خوف نہیں معلوم ہوتا؟ کہنے لگا: نہیں، میرے پاس تو میرا دل لگانے والا ہے، میں نے سمجھا کہ اس کا کوئی رفیق[4] کہیں گیا ہوا ہوگا میں نے کہا: وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا: وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے، وہ میرے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف ہے، میں نے پوچھا کہ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تیرے پاس نہیں ہے، کہنے لگا وہ بھی موجود ہے، میں نے کہا: وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا جس نے میری ماں کے پیٹ میں روزی دی، اسی نے میری بڑی عمر میں بھی روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے، تو میں نے کہا کہ کھانے پینے کے لیے کچھ تو آخر چاہیے، اس سے رات کو تہجد میں کھڑے ہونے کی قوت پیدا ہوتی ہے، دن کو روزہ رکھنے میں مدد ملتی ہے، اور بدن کی قوت سے مولا کی خدمت یعنی عبادت بھی اچھی طرح ہوسکتی ہے۔ میں نے کھانے پینے کی ضرورت پر بہت زور دیا تو وہ چند شعر پڑھ کر بھاگ گیا، جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولی کے لیے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ہرگز اس کو گوارا[5] نہیں کرتا کہ اس کی کوئی جائداد ہو، وہ جب جنگل سے پہاڑ کی طرف چل دیتا ہے، تو وہ جنگل اس کی جُدائی سے روتا ہے جس میں وہ پہلے سے تھا، وہ رات کے تہجد پر اور دن کے روزے پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوا کرتا ہے، وہ اپنے نفس[6] کو سمجھا دیا کرتا ہے کہ جتنی محنت اور مشقت[7] ہوسکے کرلے، اس لیے کہ رحمن کی خدمت میں کوئی عار[8] نہیں ہوتی، وہ بڑے فخر کی چیز ہوتی ہے، وہ جب اپنے رب سے باتیں کرتا ہے تو اس کی آنکھ سے آنسو بہا کرتے ہیں، اور وہ یہ کہا کرتا ہے کہ یا اللہ! میرا دل اڑا جا رہا ہے اس کی تو خبر لے، وہ یوں کہا کرتا ہے کہ یا اللہ! مجھے نہ تو جنت میں یاقوت[9] کا گھر چاہیے، جس میں حوریں رہتی ہیں، اور نہ مجھے جنت عدن[10] کی

حل لغات: ① ویران، سنسان۔ ② اکیلا۔ ③ ساتھ، دوستی۔ ④ دوست، ساتھی۔ ⑤ پسند۔ ⑥ جان۔ ⑦ تکلیف۔ ⑧ شرمندگی۔ ⑨ قیمتی پتھر جو سرخ، نیلا، زرد اور سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ ⑩ جنت کا ایک درجہ۔

خواہش ہے، اور نہ جنت کے پھولوں کی آرزو ہے، میری ساری تمنا صرف تیرا دیدار ہے، اس کا مجھ پر احسان کردے یہی بڑی فخر کی چیز ہے۔ [فضائل صدقات، واقعہ ٦٧]

(٧) حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جارہا تھا، راستہ میں ایک نصرانی راہب[1] مجھے مِلا جس کی کمر میں زنار (پٹکہ یا دھاگا وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھ رہا تھا، اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی، (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے ہیں) میں نے ساتھ لے لیا، سات دن تک ہم چلتے رہے، نہ کھانا نہ پینا، ساتویں دن اس نصرانی نے کہا: اے محمدی! کچھ اپنی فتوحات[2] دکھاؤ، کئی دن ہوگئے کچھ کھایا نہیں، میں نے اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ یا اللہ! اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما، میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان[3] سامنے رکھا گیا، جس میں روٹیاں، بھنا ہوا گوشت اور تروتازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا، ہم دونوں نے کھایا، پانی پیا اور چل دیے، سات دن تک چلتے رہے، ساتویں دن میں نے اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہہ دے جلدی کر کے اس نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب کے تمہارا نمبر ہے، وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہوگیا اور دُعا کرنے لگا، جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اس سے دوگنی تھی جو میرے خوان پر تھی سامنے آگئی۔ مجھے بڑی غیرت[4] آئی میرا چہرہ فق[5] ہوگیا اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے رنج[6] کی وجہ سے کھانے سے انکار کردیا، اس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار[7] کیا؛ مگر میں عذر ہی کرتا رہا، اس نے کہا کہ تم کھاؤ، میں تم کو دو بشارتیں[8] سناؤں گا، جن میں سے پہلی یہ ہے کہ: أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّااللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ. میں مسلمان ہوگیا ہوں اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینک دیا، اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لیے دعا کی تھی وہ

حل لغات: (١) عیسائی مذہب کی عبادت کرنے والا۔ (٢) غیبی مدد۔ (٣) ایک بڑا تھال۔ (٤) بے عزتی محسوس کرنا۔ (٥) منہ اتر گیا۔ (٦) غم۔ (٧) زور ڈالنا۔ (٨) خوش خبری۔

یہی کہہ کر کی تھی کہ یا اللہ! اس محمدی کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل[1] مجھے کھانا دے، اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا، اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا اور آگے چل دیے، آخر مکہ مکرمہ میں پہنچے، حج کیا اور وہ نومسلم مکہ ہی میں ٹھہر گیا وہیں اس کا انتقال ہوا۔ غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی[2] لَہٗ.

کافروں کے اس طرح مسلمان ہونے کے بہت سے واقعات تواریخ کی کتب میں موجود ہیں، اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ بسا اوقات[3] دوسروں کے طفیل کسی کو روزی دیتے ہیں، جن کو وہ ملتی ہے وہ اپنی بے وقوفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا کارنامہ ہے۔ ہماری کوشش کا نتیجہ ہے، احادیث میں کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ تم کو تمہارے ضعفاء[4] کے طفیل اکثر روزی دی جاتی ہے۔ نیز[5] اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں پر بھی بسا اوقات مسلمانوں کی وجہ سے فتوحات ہوتی ہیں جس کو ظاہر میں ان کی مدد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ دوسروں کا طفیل ہوتا ہے۔ [فضائل صدقات، واقعہ ۶۸]

ان واقعات اور احادیث و آیات جو اوپر گذری ہیں ان کے علاوہ بھی توکل کے فضائل بہت ہیں اور عشاق[6] و مخلصین کے واقعات کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا چودہ سو سال کے قریب ہو رہے ہیں، ہر سال میں کتنے مخلصین اور متوکلین ایسے ہوں گے جن پر عجیب واقعات گذرے ہوں گے کوئی لکھے تو کہاں تک لکھے، البتہ ان واقعات میں تین امر[7] قابل لحاظ[8] ہیں۔

اوّل یہ کہ یہ احوال[9] اور واقعات جو گذرے ہیں وہ عشق و محبت اور توکل پر مبنی[10] ہیں اور یہ چیزیں عام قوانین سے بالاتر[11] ہیں۔

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

حل لغات: (۱) وسیلہ، وجہ سے۔ (۲) اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔ (۳) زیادہ تر، اکثر مرتبہ۔ (۴) کمزور لوگ۔ (۵) اس کے علاوہ۔ (۶) اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے۔ (۷) باتیں۔ (۸) غور کے قابل۔ (۹) حالات۔ (۱۰) بنیاد۔ (۱۱) بہت اونچا۔

عشق کے ضوابط[1] کسی اصول کے ماتحت نہیں ہوتے، نہ پڑھنے لکھنے سے آتے ہیں؛ بلکہ عشق پیدا کرنے سے آتے ہیں۔ ع

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی

اپنا کام کوشش اور سعی کر کے اس سمندر میں کود پڑنا ہے، اس کے بعد ہر محنت آسان اور ہر مشقت لذیذ[2] ہے، ہر وہ چیز جو عشق سے بے بہر[3] لوگوں کے لیے مصیبت اور ہلاکت ہے وہ اس سمندر کے غوطہ لگانے والوں کے لیے آسان اور لطف و فرحت[4] کی چیز ہے، اس سمندر میں غوطہ لگانے والے انجام اور عواقب[5] کی مصلحت بینیوں[6] سے بالاتر ہوتے ہیں۔

عبث[7] ہے جستجو[8] بحر محبت[9] کے کنارے کی
بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل! پار ہو جانا

لہٰذا ان واقعات کو اسی عینک[10] سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور اسی رنگ میں رنگے جانے کی کوشش کرنا چاہیے، لیکن جب تک عشق پیدا نہ ہو اس وقت تک نہ تو ان واقعات سے استدلال[11] کرنا چاہیے، نہ ان پر اعتراض کرنا چاہیے، اس لیے کہ وہ عشق کے غلبہ میں صادر[12] ہوتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص محبت کا پیالہ پی لیتا ہے وہ مخمور[13] ہو جاتا ہے اور جو مخمور ہوتا ہے اس کے کلام میں بھی وسعت آجاتی ہے، اگر اس کا وہ نشہ زائل[14] ہو جائے، تو وہ دیکھے کہ جو کچھ اس نے غلبہ میں کہا ہے وہ ایک حال ہے حقیقت نہیں اور عشاق کے کلام سے لذت تو حاصل کی جاتی ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ [احیاء]

دوسرا امر یہ ہے کہ ان قِصّوں میں اکثر مواقع میں توکل کی وہ مثالیں گذری ہیں جو ہم جیسے نا اہلوں کے عمل تو درکنار[15] ذہنوں سے بھی بالاتر[16] ہیں، ان کے متعلق یہ بات ذہن میں

حل لغات: (۱) قانون، اصول۔ (۲) مزے دار۔ (۳) بے خبر۔ (۴) خوشی۔ (۵) نتیجے۔ (۶) فائدے کو دیکھنا۔ (۷) بے کار، بے فائدہ۔ (۸) کوشش۔ (۹) محبت کا سمندر۔ (۱۰) چشمہ۔ (۱۱) دلیل بنانا۔ (۱۲) واقع ہونا، نکلنا۔ (۱۳) نشہ میں۔ (۱۴) ختم۔ (۱۵) ایک کنارے۔ مراد مشکل۔ (۱۶) اونچے، اوپر۔

رکھنا چاہیے کہ توکل کا منتہا[1] یہی ہے جو ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ پسندیدہ بھی ہے اور اس کے کمال[2] پر پہنچنے کی سعی[3] اور کم سے کم تمنا تو ہونا ہی چاہیے، لیکن جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک ترک اسباب[4] نہ کرنا چاہیے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ توکل کی حقیقت کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اگر تو بہت بڑے اژدہے کے منہ میں ہاتھ دے دے اور وہ پہنچے تک کھالے، تو اس وقت بھی تجھے اللہ جل شانہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو۔ اس کے بعد میں بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان سے اس کے متعلق دریافت کروں، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، انہوں نے اندر ہی سے جواب دے دیا کہ تجھے عبدالرحمن کے جواب سے کفایت[5] نہ ہوئی جو میرے پاس پوچھنے کے واسطے آیا ہے، میں نے عرض کیا کہ کواڑ[6] تو کھول دیجیے، فرمایا: تم اس وقت ملاقات کے لیے تو آئے نہیں، بات پوچھنے کے واسطے آئے تھے، اس کا جواب مل گیا اور کواڑ نہ کھولے، ایک سال کے بعد میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فوراً کواڑ کھول دیے اور فرمایا کہ اس وقت تم ملنے کے لیے آئے ہو۔ [روض]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی[7] نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص خالص توکل کا ارادہ کرے تو اس میں بھی مضائقہ[8] نہیں بشرطیکہ مستقیم[9] الحال ہو، اسباب چھوڑ کر پریشان نہ ہو؛ بلکہ اللہ جل شانہٗ کے سوا کسی دوسرے کا خیال بھی اس کو نہ آئے، اور جن حضرات نے ترک اسباب کی مذمت فرمائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کا حق ادا نہیں کرتے؛ بلکہ دوسرے لوگوں کے توشہ[10] دانوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اگر تم اللہ جل شانہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اس

حل لغات: ① آخری حد۔ ② مکمل۔ ③ کوشش۔ ④ سبب اور ذریعہ چھوڑنا۔ ⑤ اطمینان۔ ⑥ دروازہ۔ ⑦ خلاف۔ ⑧ حرج۔ ⑨ ایک ہی پر رہنا۔ ⑩ ناشتہ دان۔

کا حق ہے، تو تم کو ایسی طرح رزق عطا فرمائے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ جل شانہ کی طرف بالکلیہ[1] منقطع[2] ہو جائے، تو حق تعالیٰ شانہ اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتے ہیں، اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس کا اندازہ دو قصوں سے ہوتا ہے جو احادیث میں مذکور[3] ہیں، ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قصہ کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لیے چندہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ لے آئے، اور جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت[4] فرمایا کہ گھر میں کیا چھوڑا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ اور اس کا رسول، دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سونے کی ڈلی انڈے کے برابر پیش کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے یہ ایک معدن[5] سے مل گئی، اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ اس کے سوا میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اعراض[6] فرمایا۔ ان صاحب نے دوسری اور تیسری مرتبہ اسی طرح اصرار[7] سے پیش کیا، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو لے کر ایسے زور سے پھینکا کہ اگر ان کے لگ جاتی تو زخمی کر دیتی، اور یہ ارشاد فرمایا کہ بعضے آدمی اپنا سارا مال صدقہ کر دیتے ہیں۔ پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے واسطے بیٹھ جاتے ہیں۔ [رواہ ابوداؤد]

ان صاحب کا اعتماد[8] علی اللہ تعالیٰ اور توکل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں کیا ہو سکتا تھا، اسی وجہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سب کچھ قبول فرما لیا اور

حل لغات: (۱) ہر طرح سے۔ (۲) ہر ایک سے کٹ کر ایک طرف متوجہ ہونا۔ (۳) ذکر کیے گئے۔ (۴) پوچھا۔ (۵) کان، زمین کا وہ حصہ جسے کھود کر دھاتیں، کوئلہ وغیرہ نکالا جائے۔ (۶) توجہ ہٹانا۔ (۷) بار بار پیش کیا۔ (۸) اللہ پر بھروسہ۔

یہاں ناراضی کا اظہار[1] فرمایا۔

اختیار[2] اسباب اور توکل[3] محض کی احادیث اور قصص[4] میں مختلف طور سے جمع کیا گیا ہے۔
امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ توکل کے تین درجے ہیں: پہلا درجہ تو ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی مقدمہ میں کسی ہوشیار، ماہر تجربہ کار کو وکیل بنالے کہ وہ ہر چیز میں اس ماہر وکیل کی طرف رجوع[5] کرتا ہے؛ لیکن اس کا یہ توکل فانی[6] ہے کسبی[7] ہے، اس کو اپنے توکل کا احساس وشعور[8] ہے۔ دوسرا درجہ جو پہلے سے اعلیٰ ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ ناسمجھ بچہ کا اپنی ماں کی طرف کہ وہ ہر بات میں اسی کو پکارتا ہے اور جب کوئی گھبراہٹ یا تکلیف کی بات اس کو پیش آتی ہے، تو سب سے پہلے اس کے منہ سے اماں نکلتا ہے، ان ہی دونوں کی طرف حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے جب کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ توکل کا ادنیٰ[9] درجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اُمیدوں کا ختم کردینا، پھر سائل[10] نے پوچھا کہ درمیانی درجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اختیار کا چھوڑ دینا، پھر سائل نے پوچھا کہ اعلیٰ[11] درجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اس کو وہ پہچان سکتا ہے جو دوسرے درجہ پر پہنچ جائے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تیسرا درجہ جو سب سے اعلیٰ ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں۔ اس کی اپنی کوئی حرکت رہتی ہی نہیں، اسی درجہ پر پہنچ کر اللہ جل شانہ سے مانگنے کا بھی محتاج نہیں رہتا وہ خود ہی بلا طلب[12] اس کی ضروریات کا تکفل[13] کرتا ہے جیسا کہ نہلانے والا خود ہی میت کی ضروریات غسل کو پورا کرتا ہے۔ [احیاء]

اس پر یہ اشکال کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عام طریق، اسباب کے اختیار کا تھا، صحیح ہے، لیکن حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شایان[14] شان وہی

حل لغات: (۱) ناراضگی بتانا، ناراض ہونا۔ (۲) کمائی کا ذریعہ اختیار کرنا۔ (۳) بغیر اسباب کے اللہ پر بھروسہ کرنا۔ (۴) واقعات۔ (۵) رابطہ کرنا، پوچھتا ہے۔ (۶) ختم ہونے والا۔ (۷) حاصل کیا جانے والا۔ (۸) سمجھ۔ (۹) سب سے چھوٹا۔ (۱۰) سوال کرنے والا۔ (۱۱) سب سے اونچا۔ (۱۲) بغیر مانگے۔ (۱۳) ضروریات پوری کرتا ہے۔ (۱۴) شان کے مطابق۔

حالت تھی، جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم نے اختیار فرمایا، اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم کے حالات ان واقعات کی نوعیت[۱] کے ہوتے، تو اُمت بڑے سخت ابتلاء[۲] میں پڑ جاتی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم کو امت پر شفقت[۳] کی وجہ سے اس کا بہت اہتمام تھا کہ ایسی چیز اختیار نہ فرمائیں جس میں اُمت کو مشقت ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم چاشت کی نماز نہ پڑھتے تھے اور میں پڑھتی ہوں، بے شک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض عمل باوجود یہ کہ حضوا قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم کی خواہش اس کے کرنے کی ہوتی تھی، اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں اُمت پر فرض نہ ہوجائے۔ [رواہ ابوداوٗد]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس اِرشاد کا مطلب کہ "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم نہیں پڑھتے تھے اور میں پڑھتی ہوں" اہتمام اور دوام[۴] ہے کہ جس شدت اہتمام سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پڑھتی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم اتنے اہتمام سے نہ پڑھتے تھے، ورنہ بیسیوں روایات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم کا چاشت کی نماز پڑھنا وارد ہے اور یقینا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم اگر اتنے شدید اہتمام سے پڑھتے تو یہی چیز اس کو واجب بنا دیتی، تراویح کے بارے میں بڑی کثرت سے روایات میں وارد[۵] ہوا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے چند راتیں پڑھیں اور پھر چھوڑ دی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کا اشتیاق[۶] اتنا بڑھا کہ جب چند راتوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم اپنے خیمہ[۷] سے باہر تشریف نہیں لائے، تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ خیال ہوا کہ شاید آنکھ لگ گئی، اس لیے ایسی چیزیں اختیار کیں جن سے بغیر جگائے آنکھ کھل جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری حرکتیں

حل لغات: (۱) قسم۔ (۲) آزمائش۔ (۳) محبت۔ (۴) ہمیشہ کرنا۔ (۵) حدیث میں آیا ہے۔ (۶) شوق۔ (۷) چادر وغیرہ، بنا ہوا عارضی کمرہ۔

دیکھتا رہا اور میں بحمد اللہ تعالیٰ اس رات میں بھی غافل نہ تھا، لیکن مجھے اس کے سوا اور کوئی چیز نکلنے سے مانع نہ ہوئی کہ میں اس سے ڈرا کہ تم پر فرض نہ ہو جائے، اگر تم پر فرض ہو جاتی، تو اس کا نباہنا[1] تمھیں مشکل ہو جاتا۔ [رواہ ابو داؤد]

صاحب روض[2] لکھتے ہیں کہ جلب منفعت[3] اور دفع مضرت[4] کے اسباب کا اختیار کرنا ہی طریقہ جمہور[5] انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جمہور اولیاء کا ہے، لیکن اس سے ان اولیاء کرام پر جو مضرتوں سے نہ بچتے تھے اور اپنے لیے اسباب اختیار نہ فرماتے تھے اعتراض نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریعت مطہرہ پر چلانے والے تھے، اس لیے ایسے سہل[6] راستے پر چلاتے تھے جس پر عوام و خواص سب چل سکیں، اور اگر قافلوں کا چلانے والا کسی ایسے مشکل راستہ پر قافلہ کو لے جائے جس پر وہ خود اپنی قوت کی وجہ سے چل سکتا ہو، لیکن قافلہ کی اکثریت اس راستہ کی متحمل[7] نہ ہو، تو وہ قافلہ والوں کے اوپر مہربان شمار نہ ہوگا۔

تیسری بات جو ان واقعات میں قابل لحاظ[8] ہے، وہ بھی حقیقت میں پہلی ہی بات پر متفرع[9] ہے، وہ یہ ہے کہ بعض واقعات میں ایسی شدت ملتی ہے، جو سرسری نظر میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، اور بظاہر یہ ناجائز معلوم ہوتا ہے، اس کے متعلق یہ بات ضرور سمجھ لینا چاہئے کہ یہ واقعات بمنزلہ[10] دوا کے ہیں، اور دوا میں طبیب حاذق[11] بسا اوقات سنکھیا[12] بھی استعمال کرایا کرتا ہے، لیکن اس کا استعمال طبیب کی رائے کے موافق ہو تو مناسب ہے بلکہ بسا اوقات ضروری، لیکن بدون[13] اس کے مشورہ کے ناجائز اور موجب ہلاکت[14] ہے، اسی طرح ان واقعات میں جن حاذق طبیبوں نے ان دواؤں کا استعمال کیا ہے، ان پر اعتراض اپنی نادانی[15] اور فن سے ناواقفیت پر مبنی[16] ہے، لیکن جو خود طبیب نہ ہو اور اس کو کسی طبیب کا مشورہ حاصل نہ ہو، اس کو ایسے اُمور جو شریعت مطہرہ کے خلاف معلوم

حل لغات: (۱) عمل کرنا۔ (۲) کتاب کا نام۔ (۳) نفع حاصل کرنا۔ (۴) نقصان دور کرنا۔ (۵) اکثر۔ (۶) آسان۔ (۷) برداشت کرنے والا۔ (۸) غور کرنے کے لائق۔ (۹) پہلی ہی بات سے معلوم ہوتی ہے۔ (۱۰) دوا کی طرح، دوا کے جیسی۔ (۱۱) ماہر ڈاکٹر، حکیم۔ (۱۲) زہر۔ (۱۳) بغیر۔ (۱۴) ہلاک کرنے والا۔ (۱۵) نہ جاننا۔ (۱۶) علم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

ہوتے ہوں، اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ فن کے ائمہ پر اور قواعد سے واقف لوگوں پر اعتراض میں جلدی کرنا بالخصوص ایسے لوگوں کی طرف سے جو خود واقفیت نہ رکھتے ہوں غلط چیز ہے، اور ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالنا ہر حال میں ناجائز نہیں ہے، اگر دینی مصلحت[1] اس کی متقاضی[2] ہو تو پھر مُباح[3] سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ دو شخصوں پر بڑا تعجب فرماتے ہیں یعنی اس سے بہت راضی ہوتے ہیں، ایک وہ شخص ہے جو نرم نرم بستر پر لحاف کے اندر محبوبہ بیوی کے ساتھ لیٹا ہوا ور ایک دم بشاشت[4] کے ساتھ وہاں سے اُٹھ کر نماز کے لیے کھڑا ہو جائے، حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر تفاخر[5] فرماتے ہیں، دوسرا وہ شخص جو ایک لشکر کے ساتھ مل کر جہاد میں شرکت کر رہا ہو اور وہ لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگے اور اس میں سے کوئی شخص بھاگنے میں اللہ جل شانہ کا خوف کرے اور تنِ[6] تنہا واپس ہو کر مقابلہ کرے، حتیٰ کہ شہید ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو! میرا یہ بندہ میرے انعامات میں رغبت اور میری ناراضی کے خوف سے لوٹا؛ حتیٰ کہ اس کا خون بھی بہا دیا گیا۔ [مشکوٰۃ]

اب یہ شخص جو تنہا لوٹا ہے ظاہر ہے کہ مرنے ہی کے واسطے لوٹا ہے کہ جب پورا لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگا، تو اس میں ایک آدمی کیا کر سکتا ہے، اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ اس پر تفاخر فرماتے ہیں۔

کوکب[7] میں [کتاب ص ۸۷ ج ۳ میں] لکھا ہے کہ توکل کے مختلف اقسام[8] ہیں، ایک توکل وہ ہے جو نص صریح[9] کے خلاف ہو، جیسے کوئی آدمی توکل کر کے زہر پی لے یا پہاڑ سے کود پڑے، یا بالکل کھانا ہی چھوڑ دے، اور اس کو ان امور[10] میں سے کسی کی طاقت نہ ہو، تو ایسا توکل ارشاد خداوندی ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ کے خلاف ہے، اور یہ حرام ہے اور توکل کی دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو ترک کر دے جس کی افادیت

حل لغات: (۱) ضرورت۔ (۲) تقاضا کرنا۔ (۳) جائز۔ (۴) خوشی سے۔ (۵) فخر کرنا۔ (۶) اکیلا۔ (۷) کتاب کا نام۔ (۸) قسمیں۔ (۹) قرآن وحدیث کا کھلا ہوا حکم، واضح حکم۔ (۱۰) کام۔

مظنون[1] ہو، جیسے مریضوں کا دوا پینا اور یہ توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ ایسی چیز کو چھوڑ کر توکل کرے جس کی افادیت کا ظن غالب[2] نہ ہو، جیسے جھاڑ پھونک کو چھوڑ دینا اور یہ توکل کا سب سے آخری درجہ ہے، دوسری جگہ (ص ۴۰۳ ج ۳) کوکب ہی میں مشہور حدیث ''اعقلہا وتوکل[3]'' کی ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''معلوم ہوا کہ توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کیا جائے اور اس پر اعتماد نہ کیا جائے اور پھر یہ ہے اسباب کو سرے سے اختیار ہی نہ کیا جائے۔''

ہمارے حضرت شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دُرِّثمین[4] میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اس کے چھوڑنے میں افضل چیز کونسی ہے؟ تو مجھ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کا ایک روحانی فیض[5] ہوا، جس کی وجہ سے میرا قلب اسباب اور اولاد وغیرہ کی طرف سے بالکل سرد[6] پڑ گیا، اس کے تھوڑی دیر بعد یہ حالت زائل[7] ہوئی، تو میں نے اپنی طبیعت کو اسباب کی طرف مائل[8] پایا اور اپنی روح کو اسباب سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کو سونپ[9] دینے کی طرف مائل پایا۔ [فضائل حج]

کِسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

از دروں شو آشنا و زبروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

(اندر سے تو آشنا[10] اور باہر سے اجنبی بنا ہوا ہو ایسا بہتر طریقہ دنیا میں بہت کم ہوتا ہے)

ہمارے اکابر[11] دیوبند کا طرز[12] دونوں ہی قسم کا رہا ہے، ایک رائے پوری طرز تھا کہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں اسباب کا سلسلہ شروع ہی سے نہیں رہا۔ اور دوسرا طرز

حل لغات: (۱) جس میں شک وشبہ ہو۔ (۲) غالب گمان۔ (۳) پہلے اپنی اونٹنی کو باندھ دو پھر توکل کرو۔ (۴) کتاب کا نام۔ (۵) روحانی فائدہ۔ (۶) ٹھنڈا۔ (۷) ختم۔ (۸) متوجہ۔ (۹) حوالہ کرنا۔ (۱۰) جاننے پہچاننے والے۔ (۱۱) علماء دیوبند۔ (۱۲) طریقہ۔

بقیہ حضرات کا رہا کہ ابتداء[1] میں اسباب کے ساتھ تلبُّس[2] رہا، اخیر میں ترک اسباب ہوگیا، ہمارے حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال تو معلوم نہیں، مگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں ملازمت بھی کی، جس کے متعلق تذکرۃ الرّشید (ص ۵۵) میں لکھا ہے کہ ابتداء میں ملازمتوں کی پیشکش ہوئی اور ایک جگہ سے قرآن پاک کے ترجمہ کے لیے سات روپے کی ملازمت آئی حضرت نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت مانگی، اعلیٰ حضرت نے منع فرمادیا اور فرمایا کہ اس سے زائد کی آئے گی، حضرت نے اس کو انکار کردیا، چندہی دن گذرے تھے کہ سہارنپور کے مشہور رئیس[3] نواب شائستہ خاں نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے دس روپے ماہوار پر آپ کو بلایا، وہاں آپ نے چھ ماہ تک نوکری کی، اس کے بعد حضرت کا تجارت کتب[4] کرنا تو معلوم نہیں ہوا مگر ہدایت الشیعہ[5] کے شروع میں حضرت نے جو عبارت لکھی ہے وہ یہ ہے۔

”بندۂ عاجز نابود ابومحمود کتب فروش عفا عنہ الرب المعبود کہ کچھ چنداں علم نہیں رکھتا؛ مگر صحبت علماء اہل حق سے بہرہ ور رہا ہے اور مکاید اہل باطل شیعہ سے بخوبی واقف ہوا۔“[6]

اسی طرح متعدد[7] کتابوں کی تقریظوں[8] میں اپنے آپ کو کتب فروش لکھا ہے، مستقل[9] تجارت کرنا حضرت کا مجھے نہیں معلوم؛ مگر میرے والد صاحب حضرت کے خادم خاص اور کاتب[10]، کتابوں کی تجارت کرتے تھے اور غالباً اس میں حضرت گنگوہی کا بھی، کچھ حصّہ رہا ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں مطبع احمدی میرٹھ میں ملازمت کی، جوان

حل لغات: (۱) شروع۔ (۲) ساتھ رہنا۔ (۳) امیر، مالدار۔ (۴) کتابیں بیچنا۔ (۵) کتاب کا نام ہے۔ (۶) ناکارہ بندہ کچھ نہیں ہے، ابومحمد (مولانا گنگوہی کی کنیت) کتاب بیچنے والا، رب معبود اس سے درگزر کرے، کچھ بھی علم نہیں رکھتا، لیکن علماء حق کی صحبت سے فائدہ حاصل کرتا رہا ہے، اور اہل باطل شیعہ (مذہب) کی مکاریوں (سازشوں) کی اچھی طرح معلومات رکھتا ہے۔ (۷) مختلف، بہت ساری۔ (۸) کسی کتاب کی خوبی بیان کرنے کے لیے شروع میں جو مضمون لکھا جاتا ہے اسے تقریظ کہا جاتا ہے۔ (۹) باقاعدہ، خاص طور پر۔ (۱۰) لکھنے والا۔

کے استاذ مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا تھا، اس میں تصحیح کتب[1] کی ملازمت کی اور اسی اثناء[2] میں دار العلوم کی بنیاد پڑ گئی آپ اس کی خبر گیری[3] کرتے رہے اور پھر دار العلوم کے کاموں میں ایسے مشغول ہو گئے کہ میرٹھ کا کام چھوٹ گیا، مگر دار العلوم سے کبھی تنخواہ نہیں لی جیسا کہ سوانح قاسمی (ص ۱۳۵ ج ۱) میں ہے۔ اس کے بعد حضرت سہارنپوری، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی نور اللہ تعالیٰ مراقدہم نے ابتداء میں مدرسی[4] کی اور پھر اخیر میں سب نے چھوڑ دی۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ گو اخیر تک تنخواہ لیتے رہے؛ مگر حضرت کا دستر خوان اس قدر وسیع[5] تھا اور خفیہ[6] داد و دہش بھی اس قدر وسیع تھی کہ تنخواہ بالا بالا[7] ہی نمٹ جاتی تھی۔

میرے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحب نے ابتداءً سہارنپور میں ملازمت کی اور اس کے بعد دہلی چلے گئے، ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کئی دفعہ تجارت شروع کر چکا ہوں اور میوات والوں کے ساتھ کئی دفعہ بکریاں خرید چکا ہوں؛ مگر سو ہونے سے پہلے پہلے مر جاتی ہیں، مجبوراً چھوڑ دیا۔

خود سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی چند قیراطوں[8] پر مکہ والوں کی بکریاں چرائی تھیں اور نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال میں تجارت بھی کی؛ لیکن نبوت کے بعد نہیں کی۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں دس برس تک اُجرت[9] پر چرائیں، جیسا کہ درمنثور (ص ۱۲۴ ج ۵) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹھ اور دس برس میں سے کونسی مدت پوری کی؟ تو آپ نے جواب دیا: جو زیادہ اچھی اور زیادہ پوری یعنی دس سال تھی۔

حل لغات: (۱) کتابوں کی اصلاح کرنا، غلطیاں صحیح کرنا۔ (۲) دوران۔ (۳) دیکھ بھال۔ (۴) درس دیا، کتابیں پڑھائیں۔ (۵) دستر خوان کشادہ ہونا یعنی کثرت سے لوگوں کا کھانا کھانا، اچھی مہمان نوازی۔ (۶) چھپی ہوئی عطائیں، تحفے۔ (۷) اوپر ہی اوپر۔ (۸) زمانہ جاہلیت کا سکہ۔ (۹) مزدوری پر۔

کمائی کے ذرائع[1] اور ان میں افضل کا بیان

کمائی کے ذرائع اور ان میں جو افضل ہے اس کی تعیین[2] میں سلف میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تجارت افضل ہے۔ اور ابوالحسن ماوردی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ زراعت[3] افضل ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کمانا افضل ہے، اور اس میں زراعت کو بھی شامل کیا ہے۔ صاحب بحر فرماتے ہیں کہ ہمارے فقہاء[4] (احناف) کے نزدیک جہاد کے بعد کمائی کا سب سے افضل طریقہ تجارت ہے، پھر زراعت ہے، پھر صنعت[5] وحرفت ہے۔ میرے نزدیک کمائی کے ذرائع تین ہیں: تجارت، زراعت اور اجارہ،[6] اور ہر ایک کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں۔ بعض حضرات نے صنعت وحرفت کو بھی اس میں شامل کیا ہے جیسا کہ اوپر گذرا، میرے نزدیک وہ ذرائع کمائی میں نہیں۔ اسباب آمدنی میں ہے اور آمدنی کے اسباب بہت سے ہیں ہبہ ہے، میراث ہے، صدقہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ جنھوں نے اس کو کمائی کے اسباب میں شمار کیا میرے نزدیک صحیح نہیں، اس لیے کہ نرا صنعت وحرفت کمائی نہیں ہے، کیوں کہ اگر ایک شخص کو جوتے بنانے آتے ہیں یا جوتے بنانے کا پیشہ کرتا ہے، وہ جوتے بنا کر کوٹھی بھر لے اس سے کیا آمدنی ہوگی، یا تو اس کو بیچے گا۔ یا کسی کا نوکر ہو کر اس کا بنائے یہ دونوں طریقے تجارت یا اجارہ میں آ گئے اور اس سے زیادہ قبیح[7] جہاد کو کمائی کے اسباب میں شمار کرنا ہے۔ اس لیے کہ جہاد میں اگر کمائی کی نیت ہوگئی تو جہاد ہی باطل[8] ہو گیا، حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کوئی جہاد کے لیے نکلتا

حل لغات: (۱) ذریعے۔ (۲) مقرر کرنے میں۔ (۳) کھیتی، باغبانی۔ (۴) علماء۔ (۵) کاری گری۔ (۶) مزدوری۔ (۷) برا۔ (۸) ختم ہوگیا۔

ہے اور اس کے ساتھ دنیوی مال ومنال[1] کا بھی طالب ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ [رواہ ابوداؤد]

ایک اور حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک آدمی غنیمت[2] کی نیت سے جہاد کرتا ہے، دوسرا شہرت کے لیے جہاد کرتا ہے، تیسرا اپنی بہادری دکھانے کے لیے، کون شخص واقعی مجاہد ہے؟ آپ نے فرمایا: جو شخص اِعلاء کلمۃ اللہ[3] کے لیے جہاد کرے وہی حقیقی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ [مشکوٰۃ ص: ۳۲۲]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو شہرت اور غنیمت کے لیے جہاد کرتا ہے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو کوئی نفع نہیں، سائل نے تین دفعہ پوچھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہی فرماتے رہے کہ اس کو کوئی نفع نہیں، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو بالکل خالص ہو اور صرف اسی کی خوشنودی[4] کے لیے کیا گیا ہو۔ [رواہ ابوداؤد والنسائی]

میں پہلے لکھ چکا کہ میرے نزدیک تجارت افضل ہے، وہ بحیثیت پیشہ کے ہے اس لیے کہ تجارت میں آدمی اپنے اوقات کا مالک ہوتا ہے، تعلیم وتعلم تبلیغ، افتاء وغیرہ کی خدمت بھی کرسکتا ہے، لہٰذا اگر اجارہ دینی کاموں کے لیے ہو، تو وہ تجارت سے بھی افضل ہے، اس لیے کہ وہ واقعی دین کا کام ہے؛ مگر شرط یہ ہے کہ وہی کام مقصود ہو، اور تنخواہ بدرجہ مجبوری ہے، میرے اکابر دیوبند کا زیادہ معاملہ اسی کا رہا، اور اس کا مدار[5] اس پر ہے کہ کام کو اصل سمجھے اور تنخواہ کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ، اسی لیے کسی جگہ پر اگر کوئی دینی کام کررہا ہو، تدریس، افتاء کا وغیرہ

حل لغات: (۱) عطیہ، بخشش۔ (۲) جہاد میں کفار سے حاصل کیا ہوا مال۔ (۳) اللہ کے دین کو پھیلانا۔ (۴) خوشی۔ (۵) بنیاد۔

وغیرہ اوراس سے زیادہ کسی دوسرے مدرسہ میں زیادہ تنخواہ ملے، تو پہلی جگہ کو محض[1] کثرتِ تنخواہ کی وجہ سے نہ چھوڑے۔ میں نے اپنے جملہ[2] اکابر کا یہ معمول[3] بہت اہتمام[4] سے ہمیشہ دیکھا جس کو آپ بیتی [نمبر/۶ ص ۱۵۵] میں لکھوا چکا ہوں کہ انھوں نے اپنی تنخواہوں کو ہمیشہ اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھا۔ حضرت اقدس سیدی و مرشدی حضرت سہارنپوری اور حضرت شیخ الہند رحمہما اللہ کے متعلق لکھوا چکا ہوں۔ میرے حضرت کی آخری تنخواہ مظاہر علوم میں چالیس تھی اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی آخری تنخواہ دار العلوم میں پچاس روپے تھی، ان دونوں کے متعلق جب بھی ممبران اور سرپرستان[5] کی طرف سے ترقی تجویز[6] ہوئی، تو دونوں حضرات اپنی اپنی جگہ یہ کہہ کر ترقی سے انکار کر دیا کرتے تھے کہ ہماری حیثیت[7] سے یہ بھی زیادہ ہے، دونوں مدرسوں میں جب مدرس دوم کی تنخواہیں ان کی تنخواہ کے برابر پہنچ گئیں، تو ممبران نے یہ کہہ کر اب ماتحت مدرسوں کی تنخواہیں صدر مدرس کی تنخواہ سے زیادہ نہیں ہوسکتیں۔ آپ کے انکار سے ان کی ترقیات رک جاویں گی، اس پر مجبوراً ہر دو اکابر نے اپنی اپنی ترقی قبول کی۔

میرے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ جب ایک سالہ قیامِ حجاز[8] کے بعد آخر ۱۳۴۴ھ میں مظاہر علوم واپس تشریف لائے، تو میرے والد حضرت مولانا یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا شروع ذی قعدہ میں انتقال ہوچکا تھا اور حضرت کو اطلاع تار[9] بمبئی میں مل چکا تھا، حضرت[10] نے مدرسہ سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار فرما دیا تھا کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کرسکتا، لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت[11] میں دورہ کے اسباق[12] پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے، وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے، اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرس سے زیادہ کام

حل لغات: (۱) صرف۔ (۲) تمام۔ (۳) عمل۔ (۴) پابندی۔ (۵) ذمہ دار۔ (۶) کسی بات پر رائے مشورہ کے بعد عمل کرنا۔ (۷) صلاحیت۔ (۸) عرب کا ایک صوبہ جہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں۔ (۹) پہلے زمانہ کا مختصر برقی پیغام پہنچانے کا طریقہ۔ (۱۰) نائب کے طور پر۔ (۱۱) سبق۔ (۱۲) کمزوری اور بڑھاپے۔

کرتے تھے، اور اب چوں کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام بخوبی[1] نہیں کر سکتا، اس لیے قبولِ تنخواہ سے معذور ہوں، اس پر حضرت اقدس شاہ عبد الرحیم صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ سے بڑی طویل تحریرات[2] ہوئیں۔ حضرت رائے پوری[3] نے لکھا کہ آپ کے وجود[4] کی مدرسہ کو سخت ضرورت ہے۔ آپ کے وجود سے مدرسہ کا سارا نظام باحسن وجوہ[5] قائم ہے، اس لیے آپ کو مدرسہ اب تعلیم کی تنخواہ نہیں دے گا، مدرسہ ناظم مدرسہ کی تنخواہ دے گا۔ حضرت کے مدرسہ میں تشریف نہ رکھنے سے مدرسہ کا سخت نقصان ہے۔ حضرت تھانوی[6] نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت رائے پوری کی تائید[7] فرمائی، اس وقت حضرت شیخ الہند[8] مالٹا[9] میں تھے۔ یہی تینوں حضرات سر پرست تھے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ بیتی[10] (ص:۱۰۹، ج:۶) پر لکھوا چکا ہوں کہ ایک رئیس مولوی اسماعیل جو علی گڑھ کے رئیس تھے، ان کو حدیث پڑھنے کا شوق ہوا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لِکھا کہ کسی عالم کو جو حضرت کے نزدیک قابل اعتماد ہو علی گڑھ بھیج دیا جائے؛ تاکہ میں ان سے حدیث پڑھوں، جواب میں مولانا نے تحریر فرمایا کہ کسی اور عالم کو فرصت کہاں؟ جو آپ کے پاس جانے پر راضی ہو سکے۔ البتہ ایک بے کار خود یہ فقیر ہے، حکم ہو تو بندہ ہی حاضر ہو کر آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرے، مولوی اسماعیل کے لیے تو یہ نوید جانفزا[11] تھی کہ خود حضرت نانوتوی پڑھانے پر آمادہ ہو گئے ہیں، کہتے ہیں کہ صرف ان کو پڑھانے کے لیے حضرت نے علی گڑھ میں قیام فرمایا اور مولوی اسماعیل جو کتابیں پڑھنا چاہتے تھے ان کو پڑھا کر آپ علی گڑھ سے واپس تشریف لے

حل لغات: (۱) اچھی طرح۔ (۲) لمبے خط و کتابت۔ (۳) حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴) موجودگی۔ (۵) اچھی طرح۔ (۶) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (۷) حمایت کرنا، طرفداری کرنا۔ (۸) حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۹) یورپ اور افریقہ کے درمیان بحرِ متوسط میں ایک جزیرہ جہاں شیخ الہندؒ کو تین سال تک انگریزوں نے قید کیا تھا۔ (۱۰) حضرت شیخ زکریاؒ کی کتاب۔ (۱۱) خوش کر دینے والی۔

گئے۔نواب صاحب اس قِصّہ کے ساتھ تنخواہ کی کمی بیشی[1] کا بھی ذکر کرتے تھے، تنخواہ کا مسئلہ جب پیش ہوا تو مولوی اسماعیل نے دست بستہ[2] عرض کیا کہ حضرت والا جو فرمائیں گے وہ رقم خدمت میں پیش کی جائے گی، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ جب تک میں تمہارے یہاں ہوں ماہوار پندرہ روپے مجھے دے دینا، تاکہ گھر بھیج دوں، اس قلیل رقم کو سن کر مولوی اسماعیل شرمندہ تھے لیکن چوں کہ بات پہلے ہی طے ہو چکی تھی کہ مسئلہ بجائے تمہارے فیصلہ کے میری رائے کے تابع[3] رہے گا۔ اس لیے خاموش ہو گئے۔ کئی مہینے حسبِ وعدہ[4] پندرہ کی رقم پیش کرتے رہے اسی عرصہ میں مولوی اسماعیل صاحب ایک دن جب پڑھنے کے لیے حاضر ہوئے، تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ میاں اسماعیل! جو رقم اب تک تم دیتے تھے اس پر نظرِ ثانی[5] کی ضرورت پیش آ گئی، وہ خوش ہوئے کہ شاید کچھ اضافہ[6] کی منظوری عطا فرمائی جائے گی۔ لیکن جب ان سے حضرت نے یہ فرمایا کہ بھائی! پندرہ جو تم دیتے تھے ان میں دس تو میں اپنے گھر کے لوگوں کو دیا کرتا تھا اور پانچ روپے والدہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا، کل خط آیا ہے کہ والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے، اس لیے اس پانچ روپے کی ضرورت اب باقی نہیں رہی اس لیے آئندہ بجائے پندرہ کے دس روپے دیا کرنا۔ مولوی اسماعیل یہ سن کر حیران تھے، کہتے جاتے تھے کہ حضرت مجھ پر کوئی بار[7] نہیں، لیکن حضرت کی طرف سے اصرار[8] تھا کہ غیر ضروری روپے کا بار اپنے سر کیوں لوں؟ آخر بات دس ہی روپے والی طے ہو گئی، لیکن قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جنہوں نے یہ قِصّہ براہِ راست نواب صدر یار جنگ سے سنا ہے ان کو اس قِصّہ کے آخری جزء کے متعلق اشتباہ[9] ہے۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصحیح[10] کتب کے

حل لغات: (۱) کمی زیادتی۔ (۲) ہاتھ باندھ کر یعنی ادب سے۔ (۳) ماتحت یعنی مطابق۔ (۴) وعدہ کے مطابق۔ (۵) دوبارہ غور کرنا۔ (۶) زیادتی۔ (۷) بوجھ۔ (۸) بات پر جماؤ۔ (۹) شک وشبہ۔ (۱۰) کتاب کی اصلاح کرنا، غلطیاں صحیح کرنا۔

سوا درس وتدریس[1] پر کبھی معاوضہ نہیں لیا اس پر تمام اکابر[2] دیو بند کا اتفاق ہے۔

آپ بیتی (ص:۱۰۹، ج:۶) میں ارواحِ ثلٰثہ[3] سے نقل کیا ہے کہ مولوی امیر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولانا (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی) کی طلبی[4] آئی اور پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کی، میں نے کہا کہ اے قاسم! تو چلا کیوں نہیں جاتا؟ تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اس بنا پر وہ پانچ سو روپے دیتے ہیں؛ مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا پھر کس بنا پر جاؤں؟ میں نے بہت اصرار؛ کیا مگر نہیں مانا۔ انتہی[5]۔

درحقیقت میرے اکابر کے بہت سے واقعات اس کی تائید میں ہیں کہ تنخواہ کو وہ کبھی اصل یا معتد بہ[6] چیز نہیں سمجھتے تھے، جیسا میں نے اوپر لکھا، اور تنخواہ کو محض عطیہ الٰہی سمجھتے تھے جو ہم لوگوں میں بالکل مفقود[7] ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر میں نے اجارہ[8] تعلیم کو سب انواع[9] سے افضل لکھا، لیکن ابوداؤد شریف کی ایک حدیث سے اشکال[10] ہے۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اہل صفہ کے چند آدمیوں کو قرآن پڑھایا، تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی، تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ کوئی مال نہیں ہے اور اس سے میں جہاد میں تیر پھینکوں گا (پھر بھی مجھے خیال ہوا کہ) میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لوں، میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ایک آدمی نے جس کو میں قرآن پڑھایا کرتا تھا، ہدیہ میں ایک کمان دی ہے اور یہ مال ہے نہیں (کہ اُجرت علی التعلیم[11] میں آسکے) اور اس سے جہاد میں تیر پھنکوں گا، اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تجھے یہ پسند ہے کہ آگ کا طوق[12] پہنو تو قبول کرلو۔ [کتاب الاجارہ ابوداؤد]

حل لغات: (۱) پڑھنا پڑھانا۔ (۲) علماء دیوبند۔ (۳) کتاب کا نام ہے۔ (۴) بلاوا آیا۔ (۵) ختم۔ (۶) اہم، قیمتی۔ (۷) موجود نہیں ہے۔ (۸) تعلیم پر اجرت۔ (۹) قسمیں۔ (۱۰) اعتراض۔ (۱۱) تعلیم پر مزدوری۔ (۱۲) لوہے کا کڑا جو گلے میں ڈالا جاتا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر ائمہ[1] میں تعلیم پر اُجرت لینے میں اختلاف ہو گیا، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک تعلیم پر اُجرت لینی جائز نہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں، ایک امام شافعی کے ساتھ جواز[2] کا اور دوسرا امام مالک و امام ابوحنیفہ کے ساتھ عدم جواز[3] کا، متاخرین[4] حنفیہ نے بضرورت تعلیم جواز کا فتوی دیا ہے۔ جواز والوں کی دلیل حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت[5] کیا اور جب دیر ہو گئی اور وہ عورت کھڑی رہی تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کو رغبت[6] نہیں ہے تو میرا نکاح ان سے کر دیجیے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمھارے پاس مہر میں دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ میرے پاس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی تہبند تو اس کو دے دے گا تو بغیر ازار کے رہے گا۔ لٰہذا کوئی اور چیز مہر میں دینے کے لیے تلاش کرو، اس صحابی نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تلاش کرو چاہے لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو، اس صحابی نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمھیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس صحابی نے عرض کیا: جی ہاں! فلاں فلاں سورت (اور چند سورتیں گنوائیں) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھ سے اس کا نکاح کیا بسبب[7] اس قرآن کے جو تجھے یاد ہے، درمنثور کی ایک حدیث میں نقل کیا ہے: جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "میں نے تجھ سے اس کا نکاح کیا اس شرط پر کہ جو قرآن تجھے یاد ہے اس کو بھی سکھا دے"

حل لغات: (۱) ائمۂ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ۔ (۲) جائز ہونے کا۔ (۳) جائز نہ ہونے کا۔ (۴) حنفی مسلک کے بعد کے فقہاء مراد ہیں۔ (۵) خاموش رہے۔ (۶) چاہت۔ (۷) قرآن پڑھا کر جو اس کی اجرت بنتی ہو وہی اس کا مہر ہو گا۔

اور مشکوٰۃ شریف [ص ۲۵۸] میں فاتحۃ الکتاب[۱] سے جھاڑنے[۲] پر اُجرت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے باطل جھاڑ پھونک[۳] پر کھایا، اس نے بُرا کیا تم نے تو حق جھاڑ پھونک پر کھایا۔ ایک دوسری حدیث میں اِسی قِصّہ میں آیا ہے کہ "سب سے زیادہ مستحق[۴] اُجرت کی کتاب اللہ ہے" اس کے حاشیہ[۵] میں لمعات[۶] میں نقل کیا ہے۔

"اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ قرآن سے جھاڑ پھونک کرنا اور اس پر اُجرت لینا جائز ہے اور اس میں کوئی شبہ[۷] نہیں، اور یہی حکم قرآن کے پڑھانے پر اور کتابت پر اُجرت لینے کا ہے۔ اگر چہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ [حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۵۸]

اس مسئلہ کی پوری بحث بذل المجھود[۸] کتاب الاجارہ، کتاب النکاح، اور کتاب الطب میں ہے اور اوجز المسالک کتاب النکاح میں بھی بہت طویل بحث کی گئی ہے، جو عُلماء سے تعلق رکھتی ہے۔ لامع الدراری جلد ثانی کتاب الاجارات میں بھی اس کی بہت تفصیل ہے۔

بندہ کی یہ رائے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ الہ وسلم کے زمانہ میں توکل اور زہد بہت بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ مثالیں پہلے گذر چکیں، دین داروں میں عطایا کا اور بیت المال کا سلسلہ بھی چل رہا تھا اس لیے اس زمانے میں اُجرت کی ممانعت سے کچھ نقصان نہیں تھا، متأخرین کے زمانہ میں بیت المال کا سلسلہ نہیں رہا، اور لوگوں میں علی العموم[۹] زہد[۱۰] و توکل بھی مفقود[۱۱] ہو گیا، اس لیے بغیر اُجرت کے دینی کام کرنا بہت مشکل ہو گیا، چناں چہ مجموعہ رسائل ابن عابدین کے ساتویں رسالہ شفاء العلیل میں میرے اس خیال کی تائید ملتی ہے۔ چناں چہ فرمایا ہے:

"محمد بن الفضل نے فرمایا کہ متقدمین[۱۲] نے تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کو اس وجہ سے بُرا سمجھا کہ اس زمانہ میں بیت المال سے عطایا ملتے تھے اور لوگوں کی رغبت بھی دینی امور میں

حل لغات: (۱) سورۂ فاتحہ۔ (۲) دعا وغیرہ پڑھ کر علاج کرنا۔ (۳) غلط اور شرکیہ منتر وغیرہ۔ (۴) حق دار۔ (۵) اصل عبارت کی تشریح جو کتاب کے کنارے کنارے لکھی جاتی ہے۔ (۶) کتاب کا نام ہے۔ (۷) شک۔ (۸) کتاب کا نام ہے۔ (۹) عام طور سے۔ (۱۰) دنیا سے بے رغبتی۔ (۱۱) ختم ہو گیا۔ (۱۲) پہلے زمانے کے علماء۔

ہوتی تھی اور اب ہمارے زمانہ میں یہ بات نہیں رہی'' [ص۱۵۸]

بلکہ میرا تو کئی سال سے یہ معمول[۱] ہے کہ اہل مدارس کو مشورہ دیتا ہوں کہ بغیر تنخواہ کے مدرس نہ رکھا جائے اور اپنا ذاتی تجربہ اپنے مدرسہ کا یہ ہے کہ ابتداء میں میں نے مظاہر علوم میں معین المدرسی[۲] کا درجہ شروع کیا تھا، جس کو ایک دو سبق مدرسہ کے اور بقیہ اوقات میں اپنا کوئی تجارتی کام کرنے کا مشورہ دیتا تھا، مگر ایک ہی سال بعد ان کی توجہ پڑھانے کی طرف کم ہوگئی اور تجارتی کام میں لگ گئے اور رشدہ شدہ[۳] دینی کام چھوٹ گیا، اور بے تنخواہ مدرس جس بے توجہی سے کام کرتے ہیں، تنخواہ دار نہیں کرتا۔ اور اسلاف کے متعلق جو مشہور ہے کہ وہ تعلیمی کام کے ساتھ ساتھ کچھ تجارت وغیرہ بھی کرتے تھے، تو ان پر ہمیں اپنے آپ کو قیاس[۴] نہیں کرنا چاہیے، ان کا توکل اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بقدر ضرورت دنیا میں مشغول ہونا ان کو دینی کام سے ہٹا کر دنیا میں منہمک[۵] نہیں کردیتا تھا، بلکہ وہ تجارت کو دینی تعلیم کے تابع[۶] رکھتے تھے اور محض رزق کفاف[۷] کے لیے تجارت کرتے تھے، لیکن اس زمانہ کا حال یہ ہے کہ اگر دینی تعلیم وتدریس کے ساتھ تجارت وغیرہ کمائی کے ذرائع بھی شروع کردیے جائیں، تو اپنی دینی کمزوری اور توکل کی کمی کی وجہ سے ساری توجہ دنیا کی طرف ہوجاتی ہے۔ اور تعلیم و تدریس سے طبیعت بالکل علیحدہ[۸] ہوجاتی ہے، اسی تجربہ تلخ[۹] کی وجہ سے میں نے ہمیشہ مدارس[۱۰] میں صنعت وحرفت[۱۱] کو داخل کرنے سے اختلاف کیا کہ جو کچھ دل یا بے دلی سے یہ طلبہ و مدرسین تعلیمی کام کر رہے ہیں صنعت وحرفت کے آجانے کے بعد بالکل ہی ہاتھ سے جاتے رہیں گے، اسی لیے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر وشیر[۱۲]

جب تک آدمی ان حضرات کے برابر زہد وتوکل حاصل نہ کرلے محض اُوپر سے دیکھ کر ان

حل لغات: (۱) عمل۔ (۲) مددگار استاد۔ (۳) دھیرے دھیرے۔ (۴) کسی کے جیسا سمجھنا۔ (۵) پورے طور پر مشغول۔ (۶) پیچھے۔ (۷) ضرورت کے بقدر۔ (۸) الگ۔ (۹) کڑوا تجربہ۔ (۱۰) مدرسوں۔ (۱۱) ہنر، فن۔ (۱۲) پاکیزہ و پاکباز وں کے کام کو اپنے اوپر قیاس مت کر حالانکہ لکھنے میں شَیر (ببر) اور شِیر (دودھ) ایک ہی جیسے ہیں۔

کے کاموں کو نہ اختیار کرے، ہاں ! جب اس مرتبہ تک پہنچ جائے اور اپنے اوپر اتنا اعتماد ہو جائے کہ دونوں کاموں کو نباہ[1] سکے تو یہ یقینا بہتر ہے، اسی واسطے ہمارے اکابر کا یہی دستور[2] رہا ہے، چناں چہ حضرت گنگوہی[3] رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں سہارن پور میں دس روپے تنخواہ پر بچوں کو پڑھانے کے لیے ملازمت کی اور حضرت نانوتوی[4] کے متعلق بھی گذر چکا کہ کچھ دنوں حدیث پڑھانے پر اور تصحیح کتب پر تنخواہ لی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے، ابتداء میں کانپور میں ملازمت کی اور بعد میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت سے مشورہ کیا کہ میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تین مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو خطوط[5] لکھے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تینوں دفعہ ملازمت چھوڑنے کی ممانعت[6] فرمادی اور چوتھی دفعہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ملازمت چھوڑ کر تھانہ بھون آکر خط لکھا کہ حضرت میں ملازمت چھوڑ کر آگیا تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اظہار مسرّت[7] کیا اور بہت دعائیں دیں اور تحریر[8] فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ روزی سے پریشان نہیں ہوگے، میرے والد صاحب چوں چہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط لکھا کرتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ تین دفعہ اُنھوں نے اجازت مانگی اور آپ نے منع کر دیا اور اب ملازمت چھوڑنے پر دعائیں دی، تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشورہ وہ کیا کرتا ہے جس کے دل میں ڈگڈگا[9] ہو اور جب پختہ[10] ہو جائے تو مشورہ نہیں کرتا۔

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجالس حکیم الامت[11] (ص ۳۶) میں لکھا ہے کہ ترک ملازمت کانپور کے بعد خانقاہ[12] تھانہ بھون میں متوکلانہ[13] قیام فرمایا، تو اس وقت ضروریاتِ

حل لغات: (۱) پورا کر سکے۔ (۲) ترتیب رہی ہے، طریقہ رہا ہے۔ (۳) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ (۴) حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ۔ (۵) خط کی جمع۔ (۶) منع کر دیا۔ (۷) خوش ہوئے۔ (۸) لکھا۔ (۹) ڈر، کمزوری۔ (۱۰) مضبوط، پکا۔ (۱۱) کتاب کا نام ہے۔ (۱۲) وہ جگہ جہاں اللہ والے لوگوں کی تربیت کرتے ہیں۔ (۱۳) ذریعۂ معاش سے نظر پھیر کر صرف اللہ پر بھروسہ کرکے۔

خانگی[1] کے لیے ڈیڑھ سو روپے قرض ہو گیا۔ حضرت حاجی صاحب[2] رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہو چکی تھی، ان کے بعد حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ کا قائم مقام[3] سمجھ کر مشکلات میں ان کی طرف رجوع[4] فرماتے تھے، عرض حال[5] اور ادائے قرض[6] کی دعا کے لیے گنگوہ کو خط لکھا، جواب آیا کہ مدرسہ دیوبند میں ایک جگہ ملازمت کی خالی ہے اگر رائے ہو تو میں ان کو لکھ دوں، حضرت نے فرمایا: اس جواب سے میں کشمکش[7] میں پڑ گیا کہ اس ملازمت کو اختیار کرتا ہوں تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی مخالفت ہوتی ہے اور نہیں کرتا تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کے باوجود قبول نہ کرنا ایک گونہ[8] بے ادبی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے صحیح جواب دل میں ڈال دیا۔ میں نے لکھا کہ حضرت! میری غرض تو اس خط سے صرف دعا تھی، کسی ملازمت یا ذریعہ معاش[9] کی طلب مقصود نہ تھی؛ کیوں کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھے یہ وصیت[10] فرمائی تھی کہ کانپور کی ملازمت چھوڑو، تو پھر کوئی دوسری ملازمت اختیار نہ کرنا۔ اب میں حضرت کو ہی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم مقام سمجھتا ہوں اگر اس پر بھی ملازمت اختیار کرنے کا حکم ہو، تو میں اس کو بھی حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کا حکم سمجھوں گا اور پہلے حکم کا ناسخ[11] قرار دے کر ملازمت اختیار کر لوں گا۔ اس پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب آیا کہ اب آپ کوئی ملازمت نہ کریں ان شاء اللہ تعالیٰ پریشانی نہیں ہوگی۔

اسی مجالس حکیم الامت (ص ۳۵) پر حضرت نانوتوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت ممدوح[12] کے علمی اور عملی کمالات سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف[13] ہو ان کی

حل لغات: (۱) گھریلو۔ (۲) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ۔ (۳) نائب۔ (۴) متوجہ ہوئے۔ (۵) حال بیان کرنا۔ (۶) قرض ادا ہونے۔ (۷) شک وشبہ۔ (۸) طرح سے۔ (۹) روزی کا ذریعہ۔ (۱۰) نصیحت۔ (۱۱) منسوخ کرنے والا، پہلے حکم کو ختم کرنے والا۔ (۱۲) جس کی تعریف کی گئی مراد حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ۔ (۱۳) نہ جاننے والا۔

بے نفسی[۱] کا یہ عالم تھا کہ معاشی[۲] ضرورت کا احساس ہوا تو مطبع مجتبائی[۳] دہلی میں کتابوں کی تصحیح کے لیے ملازمت اختیار کرلی، کل دس روپے ماہور تنخواہ تھی۔ ایک مرتبہ اس سے بھی جی گھبرایا تو اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا کہ یہ تنخواہ لینا بھی چھوڑ دیں اور جو کام بھی کریں لوجہ اللہ تعالیٰ[۴] بے تنخواہ کریں۔ حضرت حاجی صاحب امامِ وقت[۵] تھے اُنھوں نے فرمایا کہ آپ ترک مشاہرہ[۶] کے لیے مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں، مشورہ دلیل تردّد[۷] ہے اور تردّد کی حالت میں ترک اسباب[۸] موجب پریشانی[۹] ہوتا ہے۔ ترک اسباب تو اس وقت روا[۱۰] ہوتا ہے جب آدمی مغلوب[۱۱] الحال ہو جاوے، فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب خود متوکل تھے۔ فقر و فاقہ کے سخت مراحل[۱۲] سے گذرے ہوئے تھے مگر اپنے مریدین کے لیے اس کا اہتمام[۱۳] فرماتے تھے کہ وہ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔

اور مکتوبات امدادیہ میں ص ۱۲ مکتوب ۴ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا ہے:

''ترک تعلق مصلحت نیست زیرا کہ ایں امر بجز تجرد نہ زیبد عیال را مضطرب گذاشتن قرین ناعاقبت اندیشی است، و رو بدیہی ندارد، بخلق اللہ فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الی اللہ است و گاہے گاہے، بخدمت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب رفتہ باشند و احوال بسمع مبارک ایشان رسانیدن نافع خواہد شد ان شاء اللہ تعالیٰ۔''

ترجمہ: اسباب سے تعلق کو ختم کر دینا مصلحت[۱۴] کی بات نہیں؛ اس لیے کہ یہ بات سوائے

حل لغات: ① انکساری، تواضع۔ ② کمائی۔ ③ پریس، چھاپہ خانہ۔ ④ اللہ کے واسطے۔ ⑤ وقت کے امام۔ ⑥ تنخواہ نہ لینا۔ ⑦ شک و شبہ، کشمکش۔ ⑧ اسباب کا چھوڑنا۔ ⑨ پریشانی کا سبب۔ ⑩ مناسب۔ ⑪ دل و دماغ پر کسی خاص حال کا غلبہ۔ ⑫ سخت حالات۔ ⑬ خیال۔ ⑭ مناسب نہیں، اچھی بات نہیں۔

تجرد[1] کی حالت کے اور کسی حالت میں اچھی نہیں لگتی، اہل وعیال[2] کو معاش کے معاملہ میں مضطرب[3] اور پریشان چھوڑ دینا ناعاقبت اندیشی[4] کی بات ہے اور کوئی فائدہ نہیں، مخلوق خدا کو دینی فائدہ پہنچانا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے قریب ترین راستہ ہے۔ اور کبھی کبھی عزیزم مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں بھی جاتے رہیں۔ اور اپنے احوال[5] ان کے سمع مبارک[6] تک پہنچانا بھی ان شاء اللہ تعالیٰ نافع[7] ہوگا۔" اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فائدہ کے تحت فرمایا ہے۔

یعنی جس شخص کے نفس میں مجاہدہ وریاضت[8] سے پوری قوت توکل کی پیدا نہ ہوئی ہو، وہ ظاہری اسباب معیشت[9] کو ترک نہ کرے، ورنہ نفس کو تشویش[10] و بدگمانی قضائے الٰہی[11] کے ساتھ پیدا ہوگی، اور تشویش میں کوئی کام درست نہیں ہوتا، بالخصوص[12] باطن[13] کا کام جس میں سراسر جمعیت[14] کی ضرورت ہے۔ البتہ جس وقت قلب[15] میں قوت کا اعتماد علی الحق[16] پیدا ہو جائے تو ترک اسباب جائز ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ جلدی نہ کرے، جب تک پورے طور سے اس صفت میں اپنا امتحان نہ کرے اور شیخ کی بھی اجازت نہ ہوجاوے۔

حل لغات: (۱) غیر شادی شدہ۔ (۲) بال بچے۔ (۳) بے چین۔ (۴) انجام سے لا پرواہی۔ (۵) حالات۔ (۶) کانِ مبارک۔ (۷) نفع دینے والا۔ (۸) کوشش اور مشق مراد نفس کی اصلاح۔ (۹) ظاہری روزی کے اسباب۔ (۱۰) گھبراہٹ، سوچ وفکر۔ (۱۱) اللہ کے فیصلے۔ (۱۲) خاص طور پر۔ (۱۳) اندرون مراد دل کی اصلاح۔ (۱۴) دل جمعی۔ (۱۵) دل۔ (۱۶) اللہ پر بھروسہ۔

تجارت کی فضیلت

اس ملازمت کے بعد تجارت افضل ہے، اس لیے کہ تاجر اپنے اوقات کا حاکم ہوتا ہے، وہ تجارت کے ساتھ دوسرے دینی کام تعلیم، تدریس، تبلیغ وغیرہ بھی کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ تجارت کی فضیلت میں مختلف آیات واحادیث ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. [سورۂ توبہ:۱۱۱]	خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور اُن کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض[1] میں اُن کے لیے بہشت[2] (تیار کی) ہے۔

اور بھی بہت سی آیات تجارت کی فضیلت میں ہیں، ان کے علاوہ احادیث میں ہے۔

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ. [رواہ الترمذی:۱۲۰۹، ترغیب]	سچا امانت دار تاجر (قیامت میں) انبیاء، صدیقین[3] اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

إِنَّ أَطْيَبَ الْكَسْبِ كَسْبُ التُّجَّارِ الَّذِيْنَ إِذَا حَدَّثُوْا لَمْ يَكْذِبُوْا وَإِذَا اُئْتُمِنُوْا لَمْ يَخُوْنُوْا وَإِذَا وَعَدُوْا لَمْ يُخْلِفُوْا وَإِذَا اشْتَرَوْا لَمْ يَذُمُّوْا وَإِذَا بَاعُوْا لَمْ يَمْدَحُوْا وَإِذَا كَانَ عَلَيْهِمْ لَمْ يَمْطُلُوْا وَإِذَا كَانَ لَهُمْ لَمْ يُعَسِّرُوْا. [وفی شعب الایمان: ۴۸۵۴، واذا باعوالم یطروا والترغیب والترھیب: ۳۶۶/۲]	بہترین کمائی ان تاجروں کی کمائی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے، اور خریدتے وقت اس چیز کی مذمت[4] نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا قیمت کم کر کے دیدے) اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے (تاکہ زیادہ ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ

حل لغات: (۱) بدلہ۔ (۲) جنت۔ (۳) بہت زیادہ سچے۔ (۴) بُرائی بیان کرنا۔

نکلتا ہوتو ٹال مٹول[1] نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی کے ذمہ نکلتا ہوتو وصول کرنے میں تنگ[2] نہیں کرتے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ تَحْتَ ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [رواہ الاصفھانی وغیرہ، ترغیب ص/ ۳۶۵ ج۲]	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت میں عرش[3] کے سایہ میں ہوگا۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ التَّاجِرَ إِذَا كَانَ فِيْهِ أَرْبَعُ خِصَالٍ طَابَ كَسْبُهٗ إِذَا اشْتَرٰى لَمْ يَذُمَّ وَإِذَا بَاعَ لَمْ يَمْدَحْ وَلَمْ يُدَلِّسْ فِي الْبَيْعِ وَلَمْ يَحْلِفْ فِيْمَا بَيْنَ ذٰلِكَ. (رواہ الاصفھانی ایضاً وغریب جدا) [ترغیب ص/ ۵۸۶]	حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تاجر میں چار باتیں آجائیں تو اس کی کمائی پاک ہو جاتی ہے، جب خریدے تو اس چیز کی مذمت[4] نہ کرے اور بیچے تو (اپنی چیز کی بہت زیادہ) تعریف نہ کرے، اور بیچنے میں گڑبڑ نہ کرے اور خرید وفرخت میں قسم نہ کھائے۔

وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْبَيِّعَانِ	حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرید وفروخت[5] کرنے والے کو

حل لغات: (۱) بہانے بنا کر دیر کرنا۔ (۲) پریشان۔ (۳) تخت مراد اللہ کا عرش۔ (۴) برائی۔ (۵) بیچنا۔

بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا. فَإِنْ صَدَقَ الْبَيِّعَانِ وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا فَعَسٰى أَنْ يَّرْبَحَا رِبْحًا وَيُمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا. [رواہ البخاری: ۲۱۱۴، ومسلم: ۳۹۳۷، ترغیب ص/۵۸۶]	(بیع[1] توڑنے کا) حق ہے جب تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، اگر بائع[2] و مشتری[3] سچ بولیں اور مال اور قیمت کے عیب[4] اور کھرے کھوٹے[5] ہونے کو بیان کردیں، تو ان کے بیع میں برکت ہوتی ہے اور اگر عیب کو چھپالیں اور جھوٹ اوصاف[6] بتادیں، تو شاید

کچھ نفع کمالیں (لیکن) بیع کی برکت ختم کردیتے ہیں۔

وَأَخْرَجَ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ فِيْ سُنَنِهٖ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَزْدِيِّ وَ يَحْيَ بْنِ جَابِرِ الطَّائِيْ مُرْسَلًا قَالَ الْمُنَاوِيُّ: رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ: تِسْعَةُ أَعْشَارِ الرِّزْقِ فِي التِّجَارَةِ وَالْعَشْرُ فِي الْمَوَاشِيْ يَعْنِيْ اِنْتَاجٌ. [التراتیب الاداریۃ ص/۱۰]	امام سعید بن منصور نے اپنی سنن[7] میں نعیم بن عبدالرحمن اور یحییٰ بن جابر سے مرسلاً[8] نقل کی ہے، نو حصے رزق تجارت میں ہے اور ایک حصہ جانوروں کی پرورش و پرداخت[9] میں ہے۔
وَأَخْرَجَ الدَّيْلَمِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا: أُوْصِيْكُمْ بِالتُّجَّارِ خَيْرًا فَإِنَّهُمْ بُرُدُ الْاٰفَاقِ وَأُمَنَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ. [التراتیب الاداریۃ ص/۱۱]	دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ تمہیں تاجروں کے ساتھ خیر کے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں؛ کیوں کہ یہ لوگ ڈاکیے[10] اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

حل لغات: (۱) خریدنے بیچنے کا معاملہ۔ (۲) بیچنے والا۔ (۳) خریدنے والا۔ (۴) برائی، خرابی۔ (۵) اصلی نقلی۔ (۶) خوبی، اچھائی۔ (۷) حدیث شریف کی ایک کتاب ہے۔ (۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیے بغیر حدیث نقل کرنا۔ (۹) پالنا، تربیت کرنا۔ (۱۰) خط لانے والا، پوسٹ مین۔

وَفِي الْعُتْبِيَّةِ قَالَ مَالِكٌ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ: عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ لَا تَفْتِنُكُمْ هٰذِهِ الْحَمْرَاءُ عَلٰى دُنْيَاكُمْ. [التراتیب الاداریۃ: ج ۲۰/۳]	عُتْبِیَّہ[1] میں ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تجارت کو ضروری سمجھو، یہ سرخ[2] لوگ (عجمی غلام[3]) تمہاری دنیا پر امتحان نہ بن جائیں۔

فائدہ:۔ حضرت امام اشہب مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قریش کے لوگ تجارت کرتے تھے اور عرب لوگ تجارت کو حقیر[4] سمجھتے تھے۔ اور سرخ لوگوں سے مراد عجمی غلام تھے جو عموماً سرخ رنگ کے ہوتے تھے۔

اور المدخل[5] ابن حاج میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ بازار میں تشریف لائے تو دیکھا کہ عموماً تجارت کرنے والے باہر سے آئے ہوئے اور عوام الناس[6] ہیں، یہ دیکھ کر غمگین ہوئے اور جب خاص خاص لوگ جمع ہوئے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی، لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات[7] اور مال غنیمت[8] کی وجہ سے تجارت کرنے سے ہم کو مستغنی کر دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ایسا کروگے، تو تمہارے مردان کے مردوں کے اور تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کے محتاج ہو جائیں گے۔

علامہ عبدالحئی کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست[9] اس اُمت کے بارے میں بالکل سچی ہوئی؛ کیوں کہ جب اس اُمت نے مشروع[10] طریقہ سے تجارت کو چھوڑ دیا، تو اس کو غیروں نے اختیار کر لیا اور اُمت مسلمہ غیر مسلموں کی محتاج ہوگئی۔

حل لغات: (۱) کتاب کا نام ہے۔ (۲) لال۔ (۳) غیر عرب۔ (۴) کم تر۔ (۵) کتاب کا نام ہے۔ (۶) عام لوگ۔ (۷) کامیابیاں۔ (۸) جہاد میں کافروں سے حاصل کیا ہوا مال۔ (۹) دور اندیشی، آئندہ کے حالات کا اندازہ کر لینا۔ (۱۰) شریعت کے مطابق۔

چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں تک میں دوسروں کے محتاج ہوگئے۔

[الترا تیب الاداریہ: ص/۲۱]

اسی کتاب میں ترمذی سے نقل کیا ہے کہ ترمذی نے ایک مستقل[1] باب تَبْكِيْرُ بِالتِّجَارَةِ کا باندھا ہے یعنی علی الصباح تجارت شروع کرنا، اور اسی باب میں حضرت صخر غامدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا (اے اللہ! میری اُمت کے صبح ہی صبح کام کرنے میں برکت دے) اور حضرت صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی لشکر بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے، اور یہ حضرت صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تاجر تھے، اور جب اپنے ملازموں کو تجارت کے لیے بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے، چناں چہ خوب نفع ہوا، اور مال بہت بڑھا۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: مَنْ بَاعَ عِقَارًا أَوْدَارًا أَوْلَمْ يَجْعَلْ ثَمَنَهَا فِيْ مِثْلِهَا لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ. [ابن ماجہ، الترتیب الاداریۃ: ص/ ۲۳]	حضرت سعد بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے زمین یا کوئی مکان بیچا اور اس کی قیمت کو اسی جیسی کسی دوسری چیز میں نہیں لگایا! تو اس کے لیے برکت نہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت معروف[2] تھی، اصابہ[3] میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت[4] ایک تاجر کے معروف آدمی تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت[5] کے وقت ان کے پاس ۴۰ / ہزار درہم تھے، ان میں سے غلام آزاد کرتے تھے، مسلمانوں کی خبر گیری[6] کرتے تھے، یہاں تک کہ جب مدینہ منورہ آئے

حل لغات: ① الگ۔ ② مشہور۔ ③ کتاب کا نام۔ ④ تاجر کی حیثیت سے۔ ⑤ نبوت ملنے کے وقت۔ ⑥ حالات معلوم کرتے تھے۔

تو صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے، اور موت کے وقت کچھ نہیں چھوڑا، اور تاریخ ابن عساکر میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی ہی میں شہر بُصریٰ تجارت کے لیے تشریف لے گئے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شوق اور تعلق خصوصی بھی سفر تجارت سے مانع[1] نہ ہوا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو دوسرے دن صبح کو تجارت کی غرض سے سر پر کپڑے اُٹھائے ہوئے بازار کی طرف نکلے، اس موقع پر حضرت عمر اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات ہوگئی، انھوں نے کہا کہ یہ کام کیسے کروگے؟ حالانکہ مسلمانوں کے معاملات کی ذمہ داری آپ پر ڈال دی گئی ہے۔ اُنھوں نے فرمایا: پھر میں اپنے اہل وعیال[2] کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے لیے روزینہ[3] مقرر کردیں گے، لہٰذا انھوں نے ایک بکری کی قیمت کا کچھ حصہ مقرر کردیا۔ ابن زکری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو مصالح[4] مسلمین میں مشغول ہو، مثلاً قاضی، مفتی، مدرس، ان کا بھی یہی معاملہ ہونا چاہیے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تجارت کرتے تھے۔ بعض احادیث جو انھیں نہ معلوم ہوسکیں ان کے بارے میں اُنھوں نے خود فرمایا: أَلْهَانِي الصَّفْقُ فِي الْأَسْوَاقِ. (مجھے بازار کے کاروبار نے مشغول رکھا جس کی وجہ سے بعض. باتیں معلوم نہ ہوسکیں) متعدد[5] محدثین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ[6] کے علاوہ کوئی موقع ایسا نہیں جس میں مجھے موت آجانا اس سے زیادہ محبوب ہو کہ میں اپنی محنت اور کوشش سے روزی طلب کر رہا ہوں، یعنی اس موقع پر موت آجانا جہاد کے علاوہ تمام مواقع[7] سے بہتر ہے، اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ.[8]

حل لغات: (۱) رکاوٹ نہ بننا۔ (۲) بال بچے۔ (۳) روز کا خرچ۔ (۴) مسلمانوں کی خیر خواہی۔ (۵) کئی۔ (۶) اللہ کے راستے میں لڑائی کرنا۔ (۷) موقع کی جمع ہے خاص وقت۔ (۸) اور بعض لوگ ایسے ہوں گے جو اللہ کے فضل (روزی) تلاش کرنے کے لیے سفر کرتے ہوں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تاجر تھے، ان کا تاجر ہونا تو بہت زیادہ مشہور ہے، زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں تاجر رہے (الخ ملخصًا من التراتیب الاداریہ) اور مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لیے جب چندہ کیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو اُنٹ پورے ساز و سامان[1] کے ساتھ پیش کیے، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر اپنی آستین میں ایک ہزار دینار (اشرفی) لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے ان کو اپنی گود میں الٹتے پلٹتے ہوئے یہ فرمایا: آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہ دے گا، دو مرتبہ ایسا ہی فرمایا۔ دوسری جگہ [ص/ ۳۲] میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیے۔

تراتیب الاداریہ میں تاجرین کی فہرست میں حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسم گرامی بھی لکھا ہے، ان کا تاجر ہونا اور شام کی طرف ساجھے پر تجارت کے لیے مال دے کر لوگوں کو بھیجنا معروف و مشہور ہے۔ انھوں نے اپنے غلام میسرہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مال دے کر تجارت کے لیے بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ دوسروں کو جو نفع کا حصہ دیتی ہوں، آپ کو اس کا دوگنا دوں گی، آپ شام تشریف لے گئے اور بُصریٰ شہر کے بازار میں ان کا مال فروخت فرمایا اور دوسرا مال خرید کر واپس لائے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوگنا نفع ہوا جتنا اور لوگوں کی تجارت سے ہوتا تھا، پھر اُنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بھی دوگنا دیا جتنا طے کیا تھا۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے، ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے تجارت میں بہت زیادہ کمایا، تو فرمایا کہ میں نے کبھی عیب دار چیز نہیں خریدی، اور نفع کا کبھی ارادہ نہیں کیا، اور اللہ جس کو چاہے برکت دے، ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہزار غلام[2] تھے

حل لغات: (۱) مراد اسلحہ، اونٹ پر باندھی جانے والی رحل، کجاوہ اور ہودج وغیرہ۔ (۲) ایک ہزار غلام۔

جو روزانہ ان کی خدمت میں کمائی کا ایک مقرر حصہ پیش کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تاجر تھے، صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمن کا بیان نقل کیا ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری کے درمیان بھائی چارہ (مواخاۃ) کرادی، سعد بن ربیع نے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا ہوں، لہٰذا میں اپنا آدھا مال تم کو دے دیتا ہوں، اور میری دو بیویاں ہیں، تمھاری وجہ سے ان میں سے ایک جس کو تم چاہو طلاق دے دیتا ہوں، جب اس کی عدت[1] گذر جائے تو تم نکاح کر لینا، میں نے کہا: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ. (اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت دے) اس پیش کش کی ضرورت نہیں، مجھے تو بازار کا راستہ بتا دو جہاں کاروبار ہوتا، ہو چناں چہ بنوقینقاع[2] کا بازار بتا دیا گیا، وہاں اُنھوں نے پہلے ہی دن تجارت کی اور اسی دن نفع میں بہت سا پنیر اور گھی بچا کر لے آئے۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا، تھوڑا ہی سا وقت گذرا تھا کہ اُنھوں نے شادی بھی کر لی، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے کپڑوں پر ذرا سا پیلے رنگ کا اثر تھا (جو بیوی کے کپڑے سے لگ گیا تھا) آپ نے فرمایا یہ کیا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کرلیا ہے، فرمایا: تم نے مہر میں اس کو کیا دیا ہے؟ عرض کیا ایک گٹھلی[3] کے برابر سونا دیا ہے، آپ نے فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک ہی بکری ہو، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مال دیا کہ جس عورت سے نکاح کیا تھا اس کو مرض الموت[4] میں جب طلاق دی تو بطور مصالحت[5] کل مال کے آٹھویں حصہ کا [۱/۳] اس کو دیا تو ۸۳ ہزار تھا[6] [تراتیب الادارية: ص/۲۷]

حل لغات: (۱) طلاق یا شوہر کے مرنے کے بعد بیوی ایک مقررہ وقت تک دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔ (۲) یہودی قبیلہ۔ (۳) کھجور کا بیج۔ (۴) وہ بیماری جس میں انتقال ہوا۔ (۵) آپس میں صلح کے طور پر۔ (۶) ایک تہائی تراسی ہزار اشرفی۔

اپنے کثیر المال ہونے کے باعث فیاض بھی تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ ان کے بیٹے ابو سلمہ سے کہا کہ اللہ تیرے باپ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب کرے اور وجہ اس دعا دینے کی یہ تھی کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک باغ دیا تھا جو بعد میں چالیس ہزار میں فروخت[1] ہوا۔ [مشکوٰۃ: ص/ ۵۶۷]

تراتیب الاداریہ میں حضرت سعد بن عائذ رضی اللہ عنہ مؤذن کی تجارت کا بھی ذکر ہے، یہ حضرت عمار بن یاسر کے آزاد کردہ غلام تھے، اصابہ[2] کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ قرظ[3] کی تجارت کرتے تھے، یہ ایک خاص قسم کے پتے تھے جن سے کچی کھالوں کو رنگا جاتا تھا اسی تجارت کی وجہ سے ان کا لقب[4] سعد القرظ پڑ گیا تھا، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ انھوں[5] نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی تنگ دستی[6] کی شکایت کی، آپ نے کو تجارت کا حکم فرمایا، چناں چہ وہ بازار گئے اور تھوڑی سی قرظ خریدی، پھر اسے فروخت کیا میں نفع ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے حکم دیا کہ اسی کاروبار کو کرتے ہو۔

نیز تراتیب الاداریہ میں ابو معلق انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی تاجروں کی فہرست[7] کیا ہے، وہ اپنا مال اور دوسروں کا مال لے کر تجارت کرتے تھے اور دور دراز[8] ملکوں میں سفر کرتے تھے اور اس کے باوجود عبادت گذار، پرہیز گار اور مستجاب الدعوات[9] تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اور حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی روزانہ کی آمدنی ایک ہزار وافیہ[10] تھی اور ایک وافیہ ایک دینار[11] کے ہم وزن[12] ہوتا ہے۔ [التراتیب الاداریۃ: ج/ ۲ ص/ ۳۳]

اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ

حل لغات: (۱) بیچا گیا۔ (۲) ایک کتاب کا نام ہے۔ (۳) چمڑے کی دباغت میں استعمال ہونے والا پتہ۔ (۴) اصل نام کے علاوہ تعارف یا تعظیم یا تحقیر کے لیے دوسرا نام رکھنا۔ (۵) سعد بن عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۶) روزی کی کمی۔ (۷) شمار۔ (۸) دُور دُور کے۔ (۹) جس کی دعائیں قبول ہو جائیں۔ (۱۰) اُس زمانہ کا سکہ۔ (۱۱) اشرفی، سونے کا سکہ۔ (۱۲) وزن کے برابر۔

یہ ہو کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا پھرتا ہے اور انصار و مہاجرین اتنی حدیثیں نہیں بیان کرتے، حالاں کہ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازار کی مشغولی (یعنی تجارت کی) تھی اور میں صرف پیٹ بھرائی روٹی پر (اور کبھی وہ بھی نہ ملتی تھی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چمٹا رہتا تھا، لہٰذا جب وہ غائب ہوتے تو تب بھی میں حاضر رہتا اور میں من جملہ[1] مساکین اہل کے ایک مسکین تھا، (کوئی جائداد میری تھی نہیں جس میں مشغولی ہوتی) اس لیے میں یاد رکھتا تھا جب کہ وہ بھول جاتے تھے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ ایک گفتگو[2] کے دوران فرمایا کہ جو کوئی میری اس گفتگو کے دوران اپنا کپڑا پھیلا لے اور گفتگو ختم ہونے کے بعد کپڑے کو لپیٹ لے، تو وہ میری بات کو محفوظ[3] کر لے گا، تو میں نے اپنی چادر بچھا دی اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات پوری فرمالی، تو اس چادر کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا، پھر کوئی بات میرے حافظہ[4] سے نہیں نکلی۔ [بخاری و مسلم]

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف چیزوں کی تجارت کرتے تھے، جس کی تفصیل[5] تراتیب الادار یہ میں ہے اس میں مختلف ابواب کے تحت صحابہ کا مختلف انواع[6] تجارت کا ذکر کیا ہے۔

حل لغات: (۱) تمام۔ (۲) بات۔ (۳) یاد کرلے گا۔ (۴) یادداشت۔ (۵) وضاحت۔ (۶) قسمیں۔

زراعت کی فضیلت: تجارت کے بعد میرے نزدیک زراعت[1] افضل ہے، زراعت کے متعلق حدیث میں آیا ہے: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان جو درخت لگائے یا زراعت کرے، پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی جانور کھالے، تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے، اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اس میں سے کچھ چوری ہو جائے، تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے۔ [مشکوٰۃ: ص ۱۶۸/۱]

اور ضرورت کے اعتبار سے بھی زراعت اہم ہے؛ کیوں کہ اگر زراعت نہ کی جائے، تو کھائیں گے کہاں سے؟

زراعت کی فضیلت قرآن پاک میں کئی جگہ سے آئی ہے اور بطور احسان کے اللہ جل شانہ نے کئی جگہ آسمان سے پانی برسانے کا ذکر کیا ہے، تاکہ کھیتی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ [الآیۃ] [سورۂ انعام: ۹۹]	اور اللہ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر چیز کے پودے اُگائے، پھر ہم نے اس سے سبز چیز نکالی، اس کے ذریعہ غلوں کے دانے نکالے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں اور

کھجور کے گابھے[2] میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے، اور باغ انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا[3] بھی، دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے۔ اور اس کے پکنے کو، ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے۔

[ترجمہ شیخ الہند]

حل لغات: (۱) کھیتی باڑی۔ (۲) کھجور کی کلی۔ (۳) الگ الگ۔

اور اس قسم کی بہت سی آیات ہیں کھیتوں اور باغوں کے پیدا کرنے پر جن میں احسان جتایا ہے۔ سورۂ ہود میں ارشاد ہے:

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ. [سورہ ھود: ٦١]	اسی نے بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں، سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع[١] کرو اس کی طرف، تحقیق[٢] میرا رب نزدیک ہے، قبول کرنے والا۔ [ترجمہ شیخ الہند]

امام ابو بکر جصّاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے زمین کو آباد کرنے کا وجوب[٣] مستنبط[٤] ہوتا ہے، خواہ کھیتی سے ہو، خواہ باغ لگا کر، خواہ عمارتیں بنا کر۔ اور صدقہ جاریہ[٥] کے سلسلہ میں جہاں اور کئی چیزیں وارد[٦] ہوئی ہیں ان میں یہ الفاظ بھی ہیں "اَوْ غَرَسَ غَرْساً"، یعنی کوئی شخص پودا لگا دے اور اس سے انتفاع[٧] ہوتا رہے، تو اس سے بھی مرنے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔ [التراتیب الادا ریۃ بحوالہ ابونعیم]

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَفِيْ يَدِ أَحَدِكُمْ فَسِيْلَةٌ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَّا تَقُوْمَ حَتّٰى يَغْرِسَهَا فَلْيَغْرِسْهَا. [الادب المفرد: ٤٧٩، الاحادیث الصحیحۃ: ص/١١، ج/١]	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی[٨] ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر قیامت آجائے اور تمھارے میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو، (جس کو لگا رہا ہو) تو اگر وہ اس پر قادر[٩] ہو کہ قیام قیامت[١٠] سے پہلے پہلے اس کو لگا دے تو ایسا ضرور کر لے۔

حل لغات: (١) متوجہ ہو۔ (٢) بے شک۔ (٣) واجب ہونا۔ (٤) مسئلہ نکلنا۔ (٥) ایسی خیرات جس کا فائدہ ہمیشہ جاری رہنے والا ہو۔ (٦) آنا۔ (٧) نفع۔ (٨) روایت ہے۔ (٩) طاقت رکھنا۔ (١٠) قیامت قائم ہونا۔

حضرت معاویہ بن قرہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یمن کے چند آدمیوں سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم توکل کرنے والے لوگ ہیں (یعنی کوئی کام نہیں کرتے) حضرت عمر نے فرمایا کہ جھوٹے ہو (دعویٰ توکل میں)، حقیقت میں توکل کرنے والا تو وہ آدمی ہے جس نے، دانہ زمین میں ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔	عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ: لَقِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نَاسًا مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ فَقَالُوْا: مُتَوَكِّلُوْنَ. قَالَ: كَذَبْتُمْ، مَا أَنْتُمْ مُتَوَكِّلُوْنَ، إِنَّمَا الْمُتَوَكِّلُ رَجُلٌ أَلْقٰى حَبَّهٗ فِي الْأَرْضِ وَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ.(أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ، وَابْنُ أَبِي الدُّنْيَا فِي التَّوَكُّلِ وَالْعَسْكَرِيُّ فِي الْأَمْثَالِ وَالدِّيْنَوَرِيُّ فِي الْمُجَالَسَةِ.) [التراتیب الاداریۃ:ص ۲/ ۴۳]

ان روایات پر ایک روایت سے اشکال[1] ہوتا ہے جو حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری میں نقل کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کے پاس ہل اور زراعت[2] کرنے کے کچھ آلات دیکھے تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جس گھر میں بھی یہ چیز داخل ہوئی، وہاں ذلت بھی داخل کر دیتی ہے۔ [مشکوۃ:۲۵۷ بحوالہ بخاری]

لامع الدراری[3] میں لکھا ہے کہ یہ اور اسی قسم کی دوسری احادیث اس پر محمول[4] ہیں کہ کسی نے خراجی[5] زمین کی زراعت کی ہو اور اس کا خراج[6] ادا کرتا ہو، تو یہ بھی ذلت کی چیز ہے، یا اس میں اتنا مشغول ہو جائے کہ دین و دنیا میں ذلیل ہونا پڑے، اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ تاویل[7] بہت سے شراح[8] نے کی ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

حل لغات: ① اعتراض۔ ② کھیتی۔ ③ کتاب کا نام۔ ④ حکم میں شریک۔ ⑤ جس زمین کا خراج (ٹیکس) ادا کیا جاتا ہو۔ ⑥ غیر مسلموں سے ان کی زمین کی پیداوار سے ٹیکس لیا جانا۔ ⑦ مطلب بیان کرنا۔ ⑧ حدیث کی وضاحت کرنے والے علماء۔

مستخرج[1] ابونعیم میں ہے کہ "إِلَّا أَدْخَلُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ ذُلًّا. لَا يَخْرُجُ عَنْهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ." [فتح الباري: ۵/۵ عمدة القاری: ۱۸/ ۴۳۳] اور اس سے مراد وہ حقوق ہیں جو حکام ان سے وصول کرتے ہیں، اور کھیتی کرنا پہلے ذمیوں[2] کے ذمہ تھا، اسی واسطے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھیتی میں مشغول ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے معجزہ[3] اِخْبَارٌ عَنِ الْمُغَيَّبَاتِ[4] میں سے ہے؛ کیوں کہ آج کل یہ امر مشاہد[5] ہے کہ زیادہ تر ظلم کھیتی کرنے والوں ہی پر ہوتا ہے۔ اور امام بخاری نے دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کی طرف اشارہ کیا ہے، اس طرح پر کہ اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ انجام کار[6] ذلت ہے اور وہ اس طرح پر کہ کھیتی میں اتنا مشغول ہو جائے کہ اس کی وجہ سے جن چیزوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، ان کو بھی ضائع کر دے یا ضائع تو نہ کرے مگر اس میں حد سے تجاوز[7] کر جائے، اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس بات پر محمول ہے کہ آدمی خود کھیتی کرے، لیکن اگر اس کے پاس بہت سے مزدور ہوں، جو یہ کام کرتے ہوں تو یہ مراد نہیں، اور داؤدی سے نقل کیا ہے: یہ اس کے لیے ہے جو دشمن (کفار) سے قریب رہتا ہو، وہ اگر کھیتی میں مشغول ہو جائے گا، تو دشمن اس پر غالب آ جائیں گے۔

باقی اپنی زمین دوسرے کو دینا مزارعت[8] کہلاتا ہے، زراعت اور چیز ہے، مزارعت اور چیز ہے، حاصل یہ ہے کہ قواعد شرعیہ[9] کی رعایت ہر چیز میں بہت ضروری ہے جیسا کہ اس بارے میں اوجز المسالک [۵/ ۲۲۰] باب کراء الارض میں بہت لمبی بحث کی گئی ہے۔ اور شرعی حدود[10] کی رعایت ان ہی تینوں میں نہیں بلکہ دین کے ہر معاملہ میں ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن کا

حل لغات: (۱) کتاب کا نام۔ (۲) وہ غیر مسلم جو اسلامی ملک میں رہے اور جزیہ ادا کرے۔ (۳) نبوت کی نشانی کے طور پر اللہ کی قدرت سے انبیا علیہم السلام کے ہاتھوں پر عادت کے خلاف باتوں کا ظاہر ہونا۔ (۴) غیب کی باتوں کی خبر دینا۔ (۵) وہ بات جو دیکھنے میں آئے۔ (۶) نتیجہ۔ (۷) آگے بڑھنا۔ (۸) کھیت بٹائی پر دینا۔ (۹) دین کے اصول۔ (۱۰) اللہ کے مقرر کیے ہوئے اصول۔

فیصلہ کیا جائے گا (وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے، سب سے پہلے) ایک شہید کو لایا جائے گا، اس کو تمام نعمتیں (جو اس پر کی گئیں) پہچنوائی جائیں گی، وہ پہچان لے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے مقابلہ میں تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ تیرے راستہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو نے جھوٹ بولا، تو نے صرف اس لیے قتال[1] کیا، تاکہ کہا جائے کہ بڑا بہادر ہے، وہ کہا جا چکا، پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے: اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر دوسرا آدمی ایک عالم لایا جائے گا، جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پاک پڑھا ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ ساری نعمتیں گنوائیں گے، وہ ان کا اقرار کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ان نعمتوں کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا اور قرآن پڑھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو جھوٹا ہے، ہاں! علم اس واسطے پڑھا، تاکہ لوگ تجھے عالم کہیں، اور قرآن اس واسطے پڑھا، تاکہ لوگ قاری کہیں، وہ کہا جا چکا، پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے، تو اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر تیسرا شخص مالدار لایا جائے گا، جس کو اللہ تعالیٰ نے مختلف اقسام کے وافر مقدار[2] میں مال دیا ہوگا، اللہ تعالیٰ تمام نعمتیں گنوائیں گے، وہ ان کا اقرار کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ان کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے کوئی ایسا موقع جس میں مال کا خرچ کرنا آپ کو پسند ہو، نہیں چھوڑا جس میں خرچ نہ کیا ہو، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو جھوٹا ہے، ہاں! تو نے صرف اس واسطے کیا، تاکہ کہا جائے کہ بڑا سخی ہے، تو وہ کہا جا چکا، پھر حکم دیا جائے گا اور اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ [رواہ مسلم، مشکوٰۃ: ص/ ۳۳]

حالانکہ علم جیسی اہم چیز اور شہادت وسخاوت تینوں چیزیں بہت اہم ہیں مگر نیت کے فساد سے جہنم میں سب سے پہلے ڈالے جائیں گے۔

حل لغات: (۱) جنگ۔ (۲) زیادہ تعداد۔

بیع[1] اور تجارت کے بارے میں باوجود ان ساری فضیلتوں کے جو اُوپر گذریں اگر سود شامل کردیا جائے، تو ثواب کے بجائے کس قدر سخت عذاب کا مستحق ہوجائے۔ شہادت اور علم کی فضیلت مسلّم[2]، اور کتنی آیات و روایات[3] ان کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں؛ مگر نیت کی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جانے والا سب سے پہلا طبقہ بھی وہی ہے، اجارہ[4] کے بھی فضائل گذر چکے ہیں، مگر اوقات اجارہ میں اگر کچھ کوتاہی ہو تو وبالِ جان[5] ہے۔

حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ اگر اوقات مدرسہ میں کوئی شخص ذاتی کام کے لیے آجاتا، تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ چپکے سے گھنٹہ دیکھ لیتے اور اس کے جانے کے بعد دوبارہ گھنٹہ دیکھ کر جتنے منٹ اس میں خرچ ہوتے نوٹ کرلیتے اور آخر ماہ[6] میں سب جمع کرکے تنخواہ میں سے وضع[7] کرادیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول ان کی سوانح[8] [ج:۱، ص/۴۲۷] میں لکھا ہے کہ منشی ممتاز علی صاحب نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ قائم کیا اور مولوی صاحب (مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) کو پرانی دوستی کے سبب بلالیا، وہی تصحیح[9] کی خدمت تھی، یہ کام برائے نام تھا، مقصود ان کا مولوی صاحب کو اپنے پاس رکھنا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود منشی ممتاز علی صاحب مالک مطبع[10] کی جانب سے کسی قسم کا کوئی قدغن[11] آپ کے کام کے متعلق نہیں تھا، بلکہ حضرت والا کے قیام ہی کو کافی معاوضہ[12] وہ خیال کرتے تھے۔ یہ منشی صاحب کی شرافت اور علمی قدردانی تھی، لیکن آپ دیکھ رہے ہیں، خود حضرت والا کے اندر اپنی ذمہ داری کا احساس کتنا زندہ اور کتنا بیدار[13] تھا کہ سارے کاموں پر خود فرماتے ہیں کہ مطبع کا کام مقدم[14] ہے، اور گو کتابوں میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن بتواتر[15] دیوبندی حلقہ

حل لغات: (۱) خریدنا بیچنا۔ (۲) مانی ہوئی۔ (۳) روایت کی جمع معنی، احادیث۔ (۴) مزدوری، نوکری۔ (۵) جان کو مصیبت میں ڈالنا۔ (۶) مہینہ کے آخر میں۔ (۷) گھٹا لیتے، کم کرالیتے۔ (۸) زندگی کے حالات۔ (۹) کتاب کی غلطیوں کو درست کرنا۔ (۱۰) چھاپنے کی جگہ، پریس۔ (۱۱) پوچھ تاچھ، روک ٹوک۔ (۱۲) بدلہ۔ (۱۳) بہت زیادہ احساس تھا۔ (۱۴) پہلے۔ (۱۵) لگاتار، برابر، مسلسل۔

کے علماء میں جو یہ مشہور ہے کہ حضرت نانوتوی مطبع میں تصحیح کا کام جب کیا کرتے تھے، تو کام کا جو وقت تھا اگر ٹھیک اس وقت تک کسی وجہ سے پہنچنے میں تاخیر[۱] ہو جاتی، خواہ[۲] منٹ دو منٹ کی تاخیر ہی کیوں نہ ہو تو اس کو فوراً نوٹ کر لیتے۔ درمیان میں یا آخر میں اسی قسم کا عذر[۳] پیش آجاتا، تو بھی یہی کرتے، اور مہینہ جب ختم ہوتا تو مہینہ بھر کے ان منٹوں کی میزان[۴] دی جاتی اور تنخواہ کو گھنٹوں کے حساب پر بٹھا کر اتنی تنخواہ یا معاوضہ کے کٹوانے پر اصرار[۵] فرمایا جاتا، آخر جب خود فرماتے ہیں ''از ہمہ مقدم کار مطبع است[۶]'' تو آپ کے طرز عمل[۷] سے کیوں تعجب کیا جائے؟

میرے حضرت مرشدی[۸] سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے اور میرے کئی رسالوں میں مفصل[۹] آچکا ہے، اور اس رسالہ میں بھی [ص/ ۵۳] میں گذر چکا ہے کہ ۳۴ھ میں جب سفر حجاز کے یک سالہ[۱۰] قیام کے بعد واپسی ہوئی، اور بمبئی میرے والد صاحب کے انتقال کا تار پہنچا تو مدرسہ میں تنخواہ لینے سے انکار فرمادیا، اور یہ فرمایا کہ میں اپنے ضعف[۱۱] اور پیری[۱۲] کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کرسکتا، لیکن اب تک مولانا یحییٰ صاحب میری نیابت[۱۳] میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے، وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے، اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے اور اب چوں کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کا پورا کام بخوبی[۱۴] نہیں کرسکتا، اس لیے قبول تنخواہ سے معذور[۱۵] ہوں، اس پر حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی طویل تحریرات[۱۶] ہوئیں بالآخر تدریس[۱۷] کی تنخواہ موقوف[۱۸] ہو کر نظامت[۱۹] کی تنخواہ تجویز[۲۰] ہوئی۔

حل لغات: (۱) دیر۔ (۲) چاہے۔ (۳) مجبوری۔ (۴) کل جوڑ۔ (۵) زور دیا۔ (۶) تمام کاموں سے چھاپہ خانہ کا کام اہم ہے۔ (۷) کام، کرنے کا طریقہ، رویہ۔ (۸) پیر۔ (۹) تفصیل سے۔ (۱۰) ایک سال کے۔ (۱۱) کمزوری۔ (۱۲) بڑھاپے۔ (۱۳) نائب بن کر۔ (۱۴) اچھی طرح سے۔ (۱۵) تنخواہ نہیں لے سکتا۔ (۱۶) خط وکتابت۔ (۱۷) پڑھانے۔ (۱۸) روک کر۔ (۱۹) انتظامی کام کی ذمہ داری۔ (۲۰) طے ہوئی۔

الجمیعۃ[1] کے شیخ الاسلام نمبر میں لکھا ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جتنے دن پڑھاتے تھے، اس کے علاوہ ایک دن کی تنخواہ لینا بھی گوارا[2] نہ تھا، بارہا[3] ایسا ہوا کہ سفر مدرسہ کے سلسلہ میں کیا مگر تنخواہ صرف ایام تعلیم[4] ہی کی لی۔ آخر بیماری میں ایک ماہ[5] کی رخصت[6] بیماری کا قانونی حق تھا؛ لیکن رخصت نہیں لی، اور اس ایک ماہ کی تنخواہ دار العلوم کی طرف سے بھیجی گئی، تو یہ فرما کر واپس کر دی کہ میں نے پڑھایا ہی نہیں تو تنخواہ کیسی؟ آپ کی وفات کے بعد اس رقم کو لے کر مہتمم صاحب آپ کے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ کی اہلیہ[7] سے عرض کیا کہ شرعاً یہ پیسہ لینا حلال ہے، حق ہے، حضرت نے تو زہد و تقویٰ[8] کی وجہ سے نہیں لیا تھا، آپ فرمائیں تو آپ کی خدمت میں پیش کر دوں، انھوں نے شکریہ کے ساتھ رقم واپس کر دی اور فرمایا کہ جس چیز کو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا میں کیسے پسند کر سکتی ہوں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جب ۱۳۴۵ھ میں دار العلوم کی صدارت منظور فرمائی تھی، اس وقت بیس ۲۰ شرطیں پیش کی تھیں، جو دار العلوم کی شوریٰ[9] نے منظور کی تھیں۔ ان میں شرط یہ تھی کہ ”جو اوقات میری خدمات تعلیمیہ[10] کے ہوں ان کی پابندی میں جو کچھ تقصیر[11] ہو، اس پر حساب کر کے تنخواہ کاٹی جائے“ مکتوبات[12] مرتبہ جناب افضال الٰہی دیوبندی میں لکھا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ۳۰ر ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ میں بنام جناب مہتمم صاحب ایک درخواست پیش کی جس پر یہ تحریر[13] فرمایا کہ ”آنجناب میری تنخواہ میں سے تمام ایام غیبوبت[14] کی تنخواہ حسب قاعدہ وضع[15] فرما لیا کریں؛ بلکہ وہ ایام بھی موضوع[16] میں شمار[17] کر لیا کریں جن کو میری شروط[18] میں اعتبار کرنا قرار دیا گیا ہے“۔

حل لغات: (۱) جمیعۃ العلماء ہند دہلی سے شائع ہونے والا پندرہ روزہ اخبار۔ (۲) منظور۔ (۳) اکثر۔ (۴) تعلیم کے دنوں۔ (۵) مہینہ۔ (۶) چھٹی۔ (۷) بیوی۔ (۸) دینداری و پرہیزگاری۔ (۹) مشورہ کرنے والی جماعت۔ (۱۰) تعلیمی خدمتوں۔ (۱۱) کمی۔ (۱۲) مکتوب کی جمع مراد خطوط کو جمع کر کے کتاب تیار کی گئی۔ (۱۳) لکھا۔ (۱۴) غیر حاضری۔ (۱۵) قاعدہ کے مطابق کاٹ لیا کریں۔ (۱۶) کاٹنے میں۔ (۱۷) ملا لیا۔ (۱۸) شرطوں۔

زراعت کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا ارشاد مشکوٰۃ [ص ۲۵۴] میں نقل کیا ہے۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ : مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ. [متفق علیہ: بخاری:۳۱۹۸، ومسلم:۴۲۱۸]	حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایک بالشت[1] زمین بھی ظلم سے لے لے، تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا یہ ٹکڑا طوق[2] بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

ان سب کے بعد نہایت ضروری اور اہم امر[3] یہ ہے کہ کسب کے اور ہر عمل میں شریعت مطہرہ[4] کی رعایت ضروری ہے جس کو احیاء العلوم [۲/ ۶۴] میں مستقل[5] باب کے تحت بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''بیع اور شراء[6] کے ذریعہ مال حاصل کرنے کے مسائل کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے، جو اس مشغلہ[7] میں لگا ہوا ہو، کیوں کہ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور اس سے ان تمام مشاغل کا علم طلب کرنا مراد ہے، مشغلہ رکھنے والوں کو جن مسائل کی حاجت[8] ہو، اور کسب کرنے والا کسب کے مسائل جاننے کا محتاج ہے اور جب اس سلسلہ کے احکام جان لے گا تو معاملات[9] کو فاسد[10] کرنے والی چیزوں سے واقف[11] ہوجائے گا، لہٰذا اس سے بچے گا اور ایسے شاذونادر[12] مسائل جو باعثِ اشکال ہوں گے، ان کے ہوتے ہوئے معاملہ کرنے میں سوال کر کے علم حاصل کرنے تک توقف[13] کرے گا، کیونکہ جب کوئی شخص

حل لغات: (۱) ہتھیلی کو پھیلانے کے بعد انگوٹھے کے سرے سے چھوٹی انگلی کے سرے کا فاصلہ۔ (۲) گھیرا، حلقہ۔ (۳) بات۔ (۴) پاک طریقہ مراد دینِ اسلام۔ (۵) الگ۔ (۶) بیچنے اور خریدنے۔ (۷) کام۔ (۸) ضرورت۔ (۹) آپس میں لین دین کرنا۔ (۱۰) خراب، توڑنے والی۔ (۱۱) جاننے والا۔ (۱۲) بہت کم۔ (۱۳) رکنا۔

معاملات کو فاسد کرنے والے اُمور[1] کو اجمالی[2] طور پر نہ جانے تو اسے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ میں کس کے بارے میں توقف کروں اور سوال کر کے اس کو جانوں، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں پیشگی علم[3] حاصل نہیں کرتا، اس وقت تک کام کرتا رہوں گا، جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آجائے، جب کوئی واقعہ پیش آئے گا تو معلوم کرلوں گا، تو یہ اس شخص کو جواب دیا جائے گا جب تک تو اجمالی طور پر معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں کو نہ جانے گا، تجھے کیسے پتہ چلے گا کہ مجھے فلاں موقع پر معلوم کرنا چاہیے؟ جسے اجمالی علم بھی نہ ہو وہ برابر تصرفات[4] کرتا رہے گا، اور ان کو صحیح سمجھتا رہے گا، لہٰذا علم تجارت[5] سے اولاً اس قدر جاننا ضروری ہے کہ جس سے جائز و ناجائز میں تمیز ہو اور یہ پتہ چل سکے کہ کون سا معاملہ وضاحت کے ساتھ جائز ہے اور صحیح ہے اور کس میں اشکال ہے؟ اور التراتیب الادار یہ [۲/۱۶] میں بھی ایک باب قائم کیا ہے کہ: ''شروع زمانہ اسلام میں اس وقت تک لوگ بیع و شراء نہیں کرتے تھے، جب تک کہ اس کے احکام اور آداب کو نہ سیکھ لیتے تھے، اور یہ کہ خرید و فروخت میں سود سے کیسے بچیں گے؟'' چناں چہ اس باب کے تحت آگے تحریر فرماتے ہیں:

امام شافعی نے ''الرسالہ،، میں اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء العلوم،، میں اس بات پر اجماع[6] نقل کیا ہے کہ کسی مکلف[7] کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی معاملہ پر اقدام[8] کرے، یہاں تک کہ یہ نہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس میں کیا ہے؟ اور امام قرافی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الفروق،، میں فرمایا ہے کہ جو خرید و فروخت کا کام کرے اس کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ یہ سیکھے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کیا چیز مشروع[9] فرمائی ہے، اور جو اجارہ داری[10] کرے اس کے ذمہ یہ واجب ہے کہ اجارہ کے احکام کو جانے، اور جو قرض کے لین دین کا معاملہ کرے اس کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے

حل لغات: ① امر کی جمع، باتوں۔ ② مختصر طور پر۔ ③ پہلے سے۔ ④ من مانی کرنا۔ ⑤ تجارت کا علم۔ ⑥ علماء کا اتفاق۔ ⑦ جس کے لیے شرعی حکم پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ⑧ پہل۔ ⑨ شرعاً جائز۔ ⑩ مزدوری، نوکری۔

احکام کو سیکھے، اور جو نماز پڑھے اس کے ذمہ اس نماز کے احکام جاننے ضروری ہیں۔ اور اس قاعدہ[1] پر قرآن کی وہ آیت دلالت[2] کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح، علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام[3]، سے نقل فرمایا ہے: ''اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ۔'' [سورۂ ہود: ۴۷] یعنی جس سوال کے جواز[4] کا علم نہیں اس سے پناہ چاہتا ہوں۔ کیوں کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس بات پر عتاب[5] کیا گیا کہ وہ اپنے لڑکے کے بارے میں سوال کر بیٹھے کہ (طوفان کے وقت) اس کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں لے لیں (تاکہ وہ غرقابی[6] سے بچا رہے) اور یہ بات پہلے نہ معلوم کر سکے کہ یہ طلب[7] ٹھیک بھی ہے یا نہیں، تو اللہ تعالیٰ کا یہ عتاب اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ جواب دونوں اس بات پر دال[8] ہیں کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے اس کے متعلق جواز وعدم جواز اور متعلقہ[9] احکام کا جاننا ضروری ہے۔ دوسری آیت میں ہے: ''وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔'' [سورۂ بنی اسرائیل: ۳۶] (جس بات کی تحقیق[10] نہ ہو اس پر عمل درآمد[11] مت کیا کرو (بیان القرآن)، اس آیت میں اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کو غیر معلوم کے اتباع[12] سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا کسی کام کو شروع کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس کام کا علم نہ ہو جائے، معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنا ہر حال میں ضروری ہے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ [سنن ابن ماجہ: ۲۲۴] (ہر مسلمان پر علم سیکھنا ضروری ہے)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ طلب علم دو طرح پر ہے: ایک فرض عین[13] دوسرا فرض کفایہ[14]، فرض عین تو ہر وہ علم ہے جس سے واسطہ پڑے اور اس کے علاوہ کا علم فرض کفایہ ہے۔

اور کتاب ''اَلرَّوْحَةُ الْمُشْتَبِكَةُ'' میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

حل لغات: (۱) اصول۔ (۲) رہبری۔ (۳) ہمارے نبی اور ان پر درود وسلام ہو۔ (۴) جائز ہونے۔ (۵) ناگواری کا اظہار۔ (۶) ڈوبنے۔ (۷) مانگنا۔ (۸) یعنی یہ بات بتاتے ہیں۔ (۹) اس سے متعلق حکموں۔ (۱۰) حقیقت معلوم کرنا۔ (۱۱) عمل کرنا۔ (۱۲) پیروی کرنا۔ (۱۳) یعنی وہ علم جس کا حاصل کرنا ہر ایک کے لیے ضروری ہو۔ (۱۴) وہ علم جو چند لوگ سیکھ لیں تو کافی ہے۔

کہ یہ عجمی[1] (جہلاء)[2] لوگ ہماروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوں، جب تک خرید و فروخت کے احکام کو نہ جان لیں، اوراس کی اصلیت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فعل سے ملتی ہے۔ کیوں کہ آپ بھی ہر اس شخص کو جو کوئی کام کرنا چاہتا تھا اس کے احکام اور ضروریات سکھایا کرتے تھے۔

اور مجاجی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مختصر ابن ابی جمرہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء کا قول ہے کہ جو بیع وشراء کے احکام کو نہ جانتا ہو، اس کے لیے خرید وفروخت کا معاملہ کرنا اور بازار میں بیٹھنا جائز نہیں اور یہ کہ جو یہ کرنا چاہے اس پر بہت ضروری ہے کہ پہلے اس کے احکام کو سیکھے، اور اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے، اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب القراض'' میں فرمایا ہے۔ اور ''مدونہ'' میں فرمایا ہے کہ میرے نزدیک لین دین کا معاملہ کرنا اس شخص کے لیے درست[3] نہیں جو (اپنی جہالت کی وجہ سے) حرام کو حلال کرے یا حلال حرام میں تمیز[4] ہی نہ کرتا ہو، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی[5] ہے کہ ایک شخص کو اُنھوں نے یہ کہہ کر بازار بھیجا کہ جو خرید وفروخت کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کو بازار سے نکال دے اور ''مدخل ابن الحاج'' میں ہے کہ کبھی کبھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو کوڑے بھی لگایا کرتے تھے، جو احکام جانے بغیر خرید وفروخت کرنے بیٹھ جاتا اور فرماتے ہمارے بازاروں میں وہ شخص نہ بیٹھا کرے جو سود کو نہ جانتا ہو، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس شخص کو بازار سے نکلوا دینے کا حکم فرمایا تھا، جو احکام کو نہ جانتا ہو، تاکہ (اپنی مسائل سے جہالت کی وجہ سے) لوگوں کو سود نہ کھلا دے، اور میں نے سیدی[6] ابو محمد سے سنا کہ ان کے زمانہ میں محتسب (داروغہ[7]) بازار میں جاتا اور (ہر ہر) دکان پر ٹھہرتا اور دکاندار سے اس کے متعلقہ مسائل پوچھتا کہ کس طرح کرنے سے سود ہوجائے گا؟ اور کیسے سودی کام سے بچے گا؟ اگر وہ صحیح صحیح جواب دے دیتا، تو اس کو چھوڑ دیتا اور جو ان احکام میں سے کسی سے بھی

حل لغات: (۱) غیر عرب۔ (۲) جاہل کی جمع۔ (۳) صحیح۔ (۴) فرق۔ (۵) روایت۔ (۶) میرے سردار، استاد۔ (۷) نگراں۔

لاعلمی کا اظہار کرتا، اس کو نکال دیتا اور کہتا کہ تمہارے لیے مسلمانوں کے بازار میں بیٹھنا جائز نہیں، تم لوگوں کو سود اور ناجائز چیزیں کھلاتے ہو، اور ابو طالب مکی کی ''قوت القلوب'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں گھوما کرتے اور بعض تجار[1] کو (احکام نہ جاننے کی وجہ سے جیسا کہ پہلے گذرا) کوڑے بھی لگاتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار میں صرف احکام بیع جانے والے ہی خرید و فروخت کریں ورنہ خواہ مخواہ[2] سود کھا ہی لیں گے۔

اور ''کنز العمال'' میں مرفوعاً[3] نقل کیا ہے کہ ہمارے بازاروں میں صرف وہی آدمی خرید و فروخت کیا کرے جو دینی مسائل جانتا ہو۔

اور ''تَنبِیْهُ الْمُغْتَرِّیْنَ'' میں لکھا ہے: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حُکّام[4] کو فرماتے تو وہ تاجروں اور بازاری لوگوں کو حضرت امام کے سامنے پیش کرتے، امام صاحب ان سے سوالات کرتے، اگر کوئی ایسا شخص ان میں سے پاتے جو احکامِ معاملات[5] کی سوجھ بوجھ نہ رکھتا ہو، اور حلال و حرام میں تمیز نہ کرنے والا ہو، تو اس کو بازار سے نکلوا دیتے اور اس کو فرماتے کہ (پہلے) خرید و فروخت سے متعلق مسائل کو سیکھو، پھر بازار میں بیٹھو؛ کیوں کہ اگر مسائل سے ناواقف ہوگا، تو سود کھائے گا۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مختصر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ تاجروں کی شہادت کسی معاملہ میں اس وقت تک مقبول و جائز نہیں جب تک وہ اپنے متعلقہ خرید و فروخت کے مسائل کو نہ سیکھ لیں۔

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بیع و شراء کے احکام کو نہ جان لے کہ کیا جائز ہے؟ اور کیا نہیں؟

اور فتاویٰ بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک بیوع[6] سے متعلق مسائل کو زبانی یاد نہ کرلے، اور پہلے زمانہ میں تجار جب سفر کرتے

حل لغات: (۱) تاجروں۔ (۲) بلاوجہ۔ (۳) حدیث کی ایک قسم۔ (۴) حاکم کی جمع، حاکموں۔ (۵) آپس میں لین دین کے حکموں۔ (۶) خرید و فروخت۔

تھے (اور خود مسائل سے ناواقف ہوتے تھے) تو اپنے ساتھ کسی فقیہ[1] کو بھی رکھا کرتے تھے تاکہ اس سے مسائل پوچھتے رہیں۔ الخ)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تقویٰ[2] کے بارے میں ایک کتاب لکھ دیجیے، اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے بیوع کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھ دی ہے، ان مسائل کا خیال کر کے جب کوئی شخص خرید و فروخت کرے گا اور ناجائز سے بچے گا تو متقی ہوگا۔ اس کا کسب حلال[3] ہوگا، اور عمل اچھا ہوگا۔ [بلوغ الامان ص/ ۸۲]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان معاملات میں ایک رسالہ ''صفائی معاملات'' کے نام سے لکھا ہے، اس میں تجارت کی بہت جزئیات[4] الگ الگ لکھی ہیں، اس کو مطالعہ[5] میں رکھنا بہت مفید[6] ہے، اس کے اخیر میں لکھا ہے:

''تصحیح[7] معاملات کا اہم اجزائے دین[8] سے ہونا اور اس میں کم توجہی[9] کا گلہ[10] رسالہ ہذا کے خطبہ میں عرض کیا گیا ہے، اخیر میں اس تصحیح معاملات کے اعظم ثمرہ[11] کہ اکل حلال[12] ہے بتلانا اور غذائے حلال کے برکات اور غذائے حرام کے ظلمات[13] کو جتانا، مناسب معلوم ہوا۔ اس لیے پانچ احادیث نبویہ کا خلاصہ ترجمہ اور سات شعر ''مثنوی معنوی'' اور پندرہ شعر ''نان وحلوہ'' کے جو اس مضمون کی شہادت[14] دیتے ہیں، حوالہ قلم ہوتے ہیں، تاکہ ناظرین کو عبرت[15] و توجہ ہو اور غفلت مبدل بہ تنبیہ[16]، مسند احمد اور شعب الایمان بیہقی اور سنن دیلمی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو ارشادات روایت کیے گئے ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ کسب حلال بھی نماز، روزہ، فرائض کے بعد فرض ہے اور کسب حلال سے آدمی مستجاب الدعوات[17] ہو جاتا ہے، اور ایک لقمۂ حرام بھی جو منہ تک جاتا ہے، اس کے وبال سے چالیس

حل لغات: ① مفتی، عالم۔ ② پرہیزگاری۔ ③ حلال کمائی۔ ④ باریک باریک مسئلے۔ ⑤ پڑھتے رہنا۔ ⑥ فائدہ مند۔ ⑦ لین دین کا صحیح کرنا۔ ⑧ دین کے اہم حصے۔ ⑨ توجہ کم کرنا۔ ⑩ شکایت۔ ⑪ سب سے بڑا پھل مراد اہم نتیجہ۔ ⑫ حلال کھانا۔ ⑬ اندھیرا مراد نحوست۔ ⑭ گواہی۔ ⑮ نصیحت۔ ⑯ غفلت تنبیہ سے بدل جائے۔ ⑰ جس کی دعا قبول ہوتی ہو۔

روز تک دعا قبول نہیں ہوتی، اور اگر دس درہم کی پوشاک[1] میں ایک درہم یعنی چار آنے کی بھی مقدار حرام مال ہو، تو جب تک وہ لباس بدن پر رہتا ہے نماز مقبول نہیں ہوتی، اور حرام مال سے نہ صدقہ خیرات قبول ہو، نہ اس سے خرچ کرنے میں برکت ہو، اور جو مرے پیچھے چھوڑ جائے وہ اس کو دوزخ میں لے جانے کے لیے رہبر ہو جاتا ہے، اور جو بدن حرام مال سے پلا ہو، وہ جنت میں نہ جائے گا، بلکہ وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔

''حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نان وحلوہ'' کے اشعار لکھ کر ان کا خلاصہ یہ لکھا ہے۔

''اشعار میں حلال غذا کے جو خواص[2] مذکور[3] ہیں یہ ہیں: نور، کمال علم[4]، حکمت، عشق، خیالات نیک، ہمت، حضوری قلب[5]۔

اور حرام غذا کے یہ آثار[6] ہیں: دوری از دین[7]، سلب نور عرفان[8]، غلبۂ نفس[9]، کم ہمتی در طاعت[10]، بربادی دین[11]۔ اور اشعار میں جو علاج اس حرام کی ہوس[12] سے بچنے کا بتلایا ہے۔ وہ قناعت[13] ہے، اور اپنی خوراک و پوشاک اور اخراجات[14] میں سادگی و اختصار[15] کرنا ہے، اور تکلفات و آرائش[16] و نمائش[17] کو ترک[18] کرنا۔ پس لازم ہے کہ وعیدات[19] و آثار مذکورہ[20] پر نظر کر کے جلدی بطریق مذکورہ[21] علاج کریں۔،،

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''جواہر الفقہ،، کے مجموعہ میں ایک رسالہ ''ناجائز معاملات پر ایک تصنیفی خاکہ،، کی تمہید[22] لکھی ہے، وہ تحریر[23] فرماتے ہیں کہ ''اس سے تو یہ واضح[24] ہو گیا کہ اسلامی قانون پر تنگی اور سختی کا الزام سراسر بہتان[25] اور غلط ہے۔ جو کچھ تنگی و دشواری[26] ہے وہ محض عام مسلمانوں کی آزادی سے ہے کہ ان کے نزدیک حلال و

حل لغات: (۱) لباس۔ (۲) خاصیت۔ (۳) ذکر کی گئی۔ (۴) علم میں کمال کا درجہ۔ (۵) دل جمعی اور انتشار قلب سے حفاظت۔ (۶) اثر کی جمع۔ (۷) دین سے دوری۔ (۸) معرفت کے نور کا سلب ہو جانا یعنی ختم ہو جانا۔ (۹) نفس کا غلبہ۔ (۱۰) عبادات میں کم ہمتی۔ (۱۱) دین کا برباد ہونا۔ (۱۲) لالچ۔ (۱۳) حال کی روزی پر اطمینان۔ (۱۴) خرچوں۔ (۱۵) کمی کرنا۔ (۱۶) سجاوٹ۔ (۱۷) دکھاوا۔ (۱۸) چھوڑ دینا۔ (۱۹) وعید کی جمع، سزاؤں۔ (۲۰) ذکر کیے ہوئے اثروں۔ (۲۱) طریقہ کے مطابق۔ (۲۲) شروع میں لکھا جانے والا مضمون۔ (۲۳) لکھتے۔ (۲۴) ظاہر ہو گیا۔ (۲۵) بالکل، غلط الزام۔ (۲۶) مشکل و پریشانی۔

حرام میں کوئی فرق نہیں، ایک معاملہ جو ذرا سے تغیر[1] کے ساتھ حلال ہوسکتا تھا، اس کو اپنی بے فکری سے حرام طریق پر کیا جاتا ہے، لیکن یہ اشکال[2] ابھی تک باقی رہ جاتا ہے کہ تنگی خواہ مسلمانوں کی بے فکری سے ہو، مگر حلال روزی حاصل کرنے والے کے لیے دشواریاں تو بہر حال پیدا ہوگئیں، وہ ایسی صورت میں کیا کرے؟ سو جواب اس کا اول تو یہ ہے کہ انسان دنیا کی چندروزہ[3] راحت[4] یا بعض انسانوں کو راضی کرنے کے لیے ہزاروں قسم کی مشقتیں اور مصائب[5] جھیلتا ہے، اگر آخرت کی دائمی حیات[6] اور غیر فانی[7] نعمتوں کے لیے اپنے مالک کو راضی کرنے کے لیے بھی اگر کچھ مشقت اُٹھائے، تو کوئی بڑی بات نہیں بالخصوص جب کہ مشقت اُٹھا کر حلال روزی حاصل کرنے کی صورت میں اس کا اجروثواب بھی بہت بڑھ جائے گا، جیسا کہ حدیث صحیح میں اس کا وعدہ ہے، دوسرے حق تعالیٰ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ جو شخص اس کی رضا جوئی[8] کی فکر میں لگتا ہے، وہ اس کے لیے مشکلات میں بھی آسانیاں پیدا فرمادیتے ہیں: قَالَ اللهُ تَعَالٰی . وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا.

[عنکبوت:۶۹]

یعنی جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے، اور اس کا مشاہدہ[9] اس طرح ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر معاملات باطلہ[10] اور فاسدہ[11] پیش آتے ہیں، یا جو مجبوریاں ملازمتوں میں پیش آتی ہیں، ان کو لکھ کر علماء سے سوال کیا جائے کہ ان میں گناہ اور حرام سے بچنے کی کوئی شرعی تدبیر[12] بتلائی جائے، یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ سارے معاملات فاسدہ میں جواز[13] کی صورتیں نکل آویں گی، لیکن بامید قوی[14] یہ کہہ سکتا ہوں کہ اکثر معاملات فاسدہ میں بہت معمولی اور آسان تغیر[15] کر دینے سے جواز و حلت[16] کی صورتیں پیدا ہوجاویں گی، اور جو کام وہ حرام کرتے ہیں حلال کر کے کرسکیں گے،

حل لغات: ① تبدیلی۔ ② اعتراض۔ ③ چندون کی۔ ④ آرام۔ ⑤ مصیبت کی جمع، مشکلات۔ ⑥ ہمیشہ کی زندگی۔ ⑦ ختم نہ ہونے والی۔ ⑧ خوشی چاہنا۔ ⑨ تجربہ۔ ⑩ بیہودہ۔ ⑪ بے کار۔ ⑫ اسلامی ترکیب۔ ⑬ جائز ہونے۔ ⑭ قوی امید کے ساتھ۔ ⑮ تبدیلی۔ ⑯ حلال ہونے۔

لیکن کسی کو حلال کی فکر نہ ہو تو اس کا کیا علاج؟'' [جواھر الفقہ: ۲/ ۳۶۳]

میں اپنی کتاب ''اکابر علمائے دیوبند،، میں لکھوا چکا ہوں کہ میری عمر جب بارہ برس کی تھی اور اپنے والد صاحب کے ساتھ گنگوہ سے سہارنپور منتقل[۱] ہوا، تو میرے والد صاحب کا معمول یہ تھا کہ اوقات مدرسہ میں رہتے، اور اس کے علاوہ خالی اوقات میں سونے اور کھانے کے اوقات گھر گذارتے، اور ان دونوں وقتوں کے علاوہ جو وقت بچتا مدرسہ کے قریب موچیوں کی مسجد میں گذارتے، ایک مرتبہ میرے والد صاحب عصر کے بعد موچیوں کی مسجد میں کنویں کے قریب تشریف فرماتھے، اور دو تین ولایتی[۲] طالب علم کنویں پر کھڑے ہوئے دما دم کنویں سے ڈول کھینچ کر والد صاحب پر ڈال رہے تھے۔ ایک ختم نہیں ہوتا تھا کہ دوسرا شروع ہوجاتا تھا، مولوی امداد کے والد حافظ مقبول مرحوم بھی میرے والد صاحب کے معتقدین میں تھے، اور وہ بھی اکثر عصر کے بعد وہاں چلے جایا کرتے تھے۔ وہ کہنے لگے: حضرت جی! یہ اسراف[۳] نہیں؟ میرے والد صاحب نے فرمایا: تمھارے لیے اسراف ہے، میرے لیے نہیں، انھوں نے کہا: یہ کیا بات؟ والد صاحب نے فرمایا: تو جاہل اور میں مولوی! حافظ جی نے کہا: یہ تو وہی بات ہوگئی جو لوگ کہیں کہ یہ مولوی اپنے واسطے ہر چیز کو جائز کرلیں، میرے والد صاحب نے کہا: کہ مولوی تو اس فقرہ پر خواہ مخواہ[۴] شرمندہ ہوں، وہی کام تم اگر کرو تو ناواقفیت کی وجہ سے گناہ ہوگا، اور مولوی اسی کام کو جائز کر کے کرے گا، انھوں نے وجہ پوچھی تو میرے ابا جان نے فرمایا کہ عربی پڑھو۔

میرے والد صاحب کا عام مقولہ[۵] تھا کہ یہ مشغول لوگ بالخصوص، وکلاء[۶] یا انگریزی اسکولوں کے ماسٹر مجھے بہتّر گھنٹے دے دیں، تو میں انہیں مولوی بنادوں، اور یہ تفریحی فقرہ[۷] نہیں تھا؛ بلکہ ان کے نصاب کے پڑھے ہوئے کئی وکلاء اس زمانہ کے اس سے بھی کم وقت

حل لغات: (۱) ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ (۲) بیرون ملک کے، پردیسی۔ (۳) فضول خرچی۔ (۴) بلاوجہ۔ (۵) کہنا۔ (۶) وکیل کی جمع، وکیل لوگ۔ (۷) جملہ۔

میں اچھے خاصے مولوی ہو گئے۔وہ ۲۷ رگھنٹے مسلسل نہیں مانگتے تھے؛ بلکہ ہر اتوار کو دو گھنٹے مانگتے تھے، اور ان دو گھنٹوں میں اتنا کام ان کے سپرد کر دیتے تھے کہ اگلے اتوار تک اس کو یاد کر کے اور مشق کر کے لاؤ، اس زمانہ کے مشہور وکیل مولوی شہاب الدین اور مولی منفعت علی صاحب جو بعد میں مسلم لیگ سہارنپور کے صدر ہوئے اور حضرت تھانوی کے مجاز صحبت بھی ہو گئے تھے، اسی طرح کے پڑھے ہوئے تھے۔

اور مولوی شبیر علی صاحب کا جو خط میں نے ''اکمال الشیم'' کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اس میں بھی اس طرز تعلیم[1] کا ذکر کیا ہے۔حافظ مقبول صاحب اصرار[2] کرتے رہے اور میرے والد صاحب اس پر اصرار کرتے رہے کہ عربی پڑھو! مولوی ہو جاؤ گے، اس وقت تو یہ اسراف والا واقعہ میری بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا، مگر جب مشکوٰۃ شریف پڑھی اور باب الربوٰا[3] میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پڑھی، جس میں ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں[4] لائے جو بہت عمدہ ہوتی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہاں سے لائے؟ انہوں نے عرض کیا: میرے پاس گھٹیا کھجوریں تھیں، اس میں سے دو صاع (ایک پیمانہ[5]) کے بدلہ میں یہ ایک صاع بڑھیا[6] خرید لی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہائے! ہائے! یہ تو عین[7] سود ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا کبھی نہ کیجیو، اگر ایسا کرنا چاہو تو ردی[8] کھجوروں کو فروخت[9] کر دو اور ان داموں سے عمدہ کھجوریں خرید لو، اس وقت معاً[10] مجھے موچیوں کی مسجد کے ڈول یاد آ گئے کہ مولوی اور جاہل میں یہ فرق ہے کہ دو صاع ردی تمر[11] کے بدلے میں ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدنی یقیناً عین ربوا ہے، لیکن جو ترکیب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلائی کہ ان ردی کھجوروں کو مثلاً ایک روپیہ میں بیچ دو اور اسی ایک روپیہ سے عمدہ کھجوریں ان

حل لغات: (۱) طریقۂ تعلیم۔ (۲) برابر سوال کرتے رہے، جمے رہے۔ (۳) سود کا باب۔ (۴) ایک اعلیٰ قسم کی کھجور۔ (۵) ناپنے کا برتن۔ (۶) اچھی۔ (۷) بالکل۔ (۸) گھٹیا۔ (۹) بیچنا۔ (۱۰) فوراً۔ (۱۱) کھجور۔

سے آدھی خرید لو، بات تو ایک ہی رہی کہ جاہل آدمی اگر دو صاع گھٹیا کھجور کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ خرید لے گا تو عین ربوا ہو گا اور مولوی گھٹیا دو صاع کھجوروں کو ایک روپیہ میں بیچ کر اس ایک روپیہ کی عمدہ کھجوریں ایک صاع خرید لے تو یہ ربٰو انہیں رہا، دیکھنے میں تو بات ایک ہی رہی کہ دو صاع گھٹیا کھجوروں کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ مل گئی، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ترکیب بتلادی اس سے ذرا سے تغیر[۱] سے ربوا ہونے سے نکل گئی۔

ہمارے مدرسہ کے مہتمم اوّل حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ[۲] کا معمول یہ تھا کہ مدرسہ کے چندہ میں جو زیورات آتے، ان کو کسی دوسرے کے ہاتھ نہیں فروخت کراتے تھے، بلکہ خود بہ نفس نفیس[۳] گھر آتے جاتے وقت فروخت کیا کرتے تھے، اور ہیرا نام کا ایک بہت بڑا صراف[۴] تھا، اسی سے معاملہ ہمیشہ کیا کرتے تھے، اور وہ بھی مہتمم صاحب کا اتنا معتقد[۵] ہو گیا تھا کہ بہت رعایت مہتمم صاحب کی کیا کرتا تھا، جب طلائی[۶] زیور فروخت کرتے، تو اوّل اس صراف سے چاندی کے روپے قرض لیا کرتے اور اس سے خرید و فروخت کر کے پھر اس کے روپے واپس کر کے چلے آتے، وہ بہت غور سے دیکھا کرتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور جب چاندی کے زیور کی خرید و فروخت ہوتی تو اس سے پہلے اشرفیاں[۷] قرض لیتے اور اس سے معاملہ کرنے کے بعد پھر واپس کر دیتے، وہ پوچھتا: مولانا صاحب! اس ہیر پھیر[۸] میں کیا فائدہ ہوا؟ بات تو ایک ہی رہی، تو مہتمم صاحب اس کو سمجھایا کرتے کہ ہمارے مذہب میں چاندی سونے کی فروخت میں خاص طریقہ ہے اور اسے سمجھاتے، وہ صراف بھی بیع صرف[۹] کے مسئلہ میں اتنا ماہر ہو گیا تھا کہ عام لوگوں کو تو پہلے ہی مسئلہ بتا دیا کرتا تھا، مگر جب مولوی قسم کا کوئی آدمی اس کے یہاں پہنچتا اول تو وہ صراف عام طریقہ سے بیچ دیتا اور جب وہ مولانا صاحب اٹھتے تو وہ صراف کہتا: مولانا صاحب! ذرا تشریف رکھیے، یہ جس طرح خریدا ہے، یہ آپ کے مذہب میں ناجائز ہے، اکثر مولوی تو یہ لفظ سن کر چکرا تے

حل لغات: (۱) بدلنے سے۔ (۲) اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نورانی کر دے۔ (۳) بذات خود۔ (۴) سنار۔ (۵) عقیدت مند۔ (۶) سونے کے۔ (۷) سونے کے سکے۔ (۸) ادل بدل۔ (۹) سونے چاندی کی خرید و فروخت۔

اور بعض جوشیلے اس سے کہتے کہ ہمارے مذہب سے ہم واقف[1] ہیں یا تو، بہت بوڑھا تھا وہ کہتا: مولانا صاحب پہلے تشریف رکھیے خفا[2] نہ ہوئیے، میری بات سنیے، پھر اسے سمجھا تا کہ آپ کے مذہب میں اس طرح جائز ہے، تو وہ بھی سوچ میں پڑ جاتے اور شرما جاتے اس لیے کہ اصل مسئلہ میں وہ مولانا صاحب جاہل ہوتے تھے، اور وہ مشرک مسئلہ کا واقف ہوتا تھا۔

منتہیٰ[3] کے اعتبار سے بات تو ایک ہی رہتی، لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھجوروں کی طرح سے ذرا سے تغیر سے وہ ناجائز معاملہ، جائز بن جاتا۔ الخ

اس کی مثالیں مطولات[4] میں بہت کثرت سے لکھی گئی ہیں، ان سب کا لکھنا تو بہت طول[5] ہے، مختصر[6] یہ ہے کہ تجارت ہو یا زراعت[7] یا اجارہ[8] ہر چیز میں حلال وحرام کی تفتیش[9] بہت ضروری ہے، عوام کے دیکھنے کی چیز تو نہیں مگر اہل علم اور عربی داں لوگوں کے لیے دیکھنا بہت ضروری ہے، ''کِتَابُ الْکَبَائِرِ'' علامہ ذہبی کی، ''الزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِرِ'' ابن حجر مکی کی، اور ''احیاء العلوم'' غزالی کی کتاب ''الحلال والحرام'' والاحصہ۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کِتَابُ الْکَبَائِرِ'' میں لکھا ہے کہ:

''اٹھائیسواں کبیرہ گناہ، حرام کا کھانا اور استعمال کرنا کسی بھی طریقہ سے ہو۔''

امام ذہبی نے اول آیت شریفہ: وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. [بقرہ: ۱۸۸] نقل کی ہے اور اس کا مطلب لکھا ہے کہ کوئی کسی کا مال باطل[10] کے ذریعہ سے نہ کھائے۔ پھر لکھا ہے کہ باطل طریقہ سے کھانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلم کے طریقہ پر ہو، مثلاً غصب، خیانت[11] اور چوری کے ذریعہ حاصل کرے، دوسرے یہ کہ مذاق کے طور پر لے لے جیسے جوئے میں اور دوسرے کھیل کے مواقع[12] پر لے لیتے ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق

حل لغات: ① جاننے والے۔ ② غصہ۔ ③ آخری اثر، نتیجہ۔ ④ بڑی بڑی کتابوں۔ ⑤ لمبا۔ ⑥ چھوٹی بات۔ ⑦ کھیتی۔ ⑧ مزدوری، نوکری۔ ⑨ چھان بین، تحقیق۔ ⑩ ناجائز طریقے سے۔ ⑪ خیانت، کسی کا مال دبالینا۔ ⑫ موقع کی جمع، موقعوں۔

طریقہ پر گھسے چلے جاتے ہیں، سو ان کے لیے قیامت کے دن دوزخ ہے۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس کا سفر لمبا ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں، جسم غبار آلود[1] ہو، وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یا رب! یا رب! کہہ کر دعائیں کر رہا ہو، اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے اور لباس حرام ہے اور حرام ہی سے پلا ہو، سو ان حالات میں اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات[2] بنا دے، آپ نے فرمایا! اے انس! اپنی کمائی حلال رکھو، تمھاری دعا قبول ہوگی، کیوں کہ جو کوئی شخص حرام کا کوئی لقمہ منہ میں لیتا ہے، تو چالیس دن تک اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی، اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کر دیے ہیں، جیسا کہ ارزاق[3] بانٹ دیے ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس کو دیتا ہے، جس سے محبت فرماتا ہے، اور اس کو بھی جس سے محبت نہیں فرماتا، مگر دین صرف اسی کو دیتا ہے، جس سے محبت فرماتا ہے، سو جس کو اللہ تعالیٰ نے دین دیا، اس کو اللہ تعالیٰ نے محبوب بنا لیا، اور جو کوئی بندہ مال حرام کمائے گا، پھر اس میں سے خرچ کرے گا، تو اس میں برکت نہ ہوگی، اور اس میں سے صدقہ کرے گا، تو قبول نہ ہوگا، اور اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو یہ مال دوزخ میں لے جانے کے لیے اس کا توشہ[4] ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ بُرائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا، بلکہ بُرائی کو نیکی کے ذریعہ مٹاتا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میٹھی اور سرسبز[5] ہے، جس نے اس میں سے حلال طریقہ پر مال کمایا اور اسے حق

حل لغات: (۱) دھول سے اٹا ہوا۔ (۲) جس کی ہر دعا قبول ہوتی ہو۔ (۳) رزق کی جمع، روزی۔ (۴) زاد راہ، سفر کا کھانا۔ (۵) ہری بھری۔

کے راستوں میں خرچ کیا، اللہ تعالیٰ اسے ثواب دے گا، اور جنت عطا فرمائے گا، اور جس نے اس دنیا میں حلال کے سوا[1] دوسرے طریقہ پر مال کمایا، اور اسے ناحق طریقوں میں خرچ کیا، اللہ تعالیٰ اسے ذلت کے گھر یعنی دوزخ میں داخل کرے گا، بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خواہش نفس[2] کے مطابق حرام مال میں گھس جاتے ہیں، ان کے لیے قیامت کے دن دوزخ ہے، اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ مال کہاں سے کمایا؟ اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اسے دوزخ کے کس دروازہ سے داخل کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے منہ میں حرام مال ڈالے۔

حضرت یوسف بن اَسباط رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ کوئی جوان آدمی جب عبادت گذار بن جاتا ہے، تو شیطان اپنے مددگاروں سے کہتا ہے کہ دیکھو! اس کی خوراک کہاں سے ہے؟ سو اگر اس کا کھانا پینا ناجائز طریقہ سے ہو، تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ چھوڑو اسے، اپنے نفس کو عبادت میں تھکا تا رہے، اور بے کار محنت کرتا رہے، تمھیں اس کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، اس کی یہ عبادت حرام کا مال استعمال کرتے ہوئے نفع نہ دے گی، اس مضمون کی تائید[3] اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابھی گذری کہ کھانا، پینا، لباس حرام ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ ایک فرشتہ بیت المقدس[4] پر روزانہ رات کو اور دن کو یہ آواز لگاتا ہے کہ جس شخص نے حرام کھایا، اللہ تعالیٰ اس کا فرض، نفل، کچھ قبول نہیں فرمائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ شبہ کی وجہ سے میں ایک درہم واپس کردوں، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ایک لاکھ اور ایک سو درہم صدقہ کروں۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی[5] ہے کہ جو شخص حرام مال سے حج کرے اور جب وہ

حل لغات: (۱) علاوہ۔ (۲) نفسانی چاہت۔ (۳) حمایت۔ (۴) فلسطین کے ایک شہر کا نام جہاں قبلہ اول ہے۔ (۵) روایت ہے۔

لَبَّیْكَ[1] کہے،تو اسے جواب میں فرشتہ کہتا ہے کہ نہ تیرا لَبَّیْكَ معتبر[2] ہے نہ سَعْدَیْكَ[3]، تیرا حج تیرے ہی اوپر لوٹا دیا گیا۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند[4] میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی دس درہم[5] کا کپڑا خرید ے اور ایک درہم بھی اس میں حرام ہو،تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر ہے،اس کی کوئی نماز مقبول نہیں۔

اور وہب بن ورد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم ستون[6] کی طرح سے کھڑے رہو (یعنی نماز میں) تو یہ تمھیں کچھ نفع نہیں دے گا، جب تک تم یہ نہ تحقیق کرلو کہ تمھارے پیٹ میں کیا جارہا ہے،حلال یا حرام۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا،جس کے پیٹ میں حرام کھانا داخل ہوگیا ہو، جب تک وہ اس سے توبہ نہ کرلے۔

اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص حرام مال نیک کام میں خرچ کرے،اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنا ناپاک کپڑا پیشاب سے پاک کرے۔حالانکہ ناپاک کپڑے کو صرف پانی ہی پاک کرسکتا ہے،اسی طرح گناہ کو بھی حلال ہی مٹا سکتا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصے اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جائیں۔

اور کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ وہ جسم جنت میں داخل نہ ہوسکے گا،جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔

علماء نے کہا ہے کہ اس باب میں (حرام کھانے میں) ٹیکس لینے والا،خیانت کرنے والا، چور، ڈاکو، سود لینے والا، دینے والا، یتیم کا مال کھانے والا، جھوٹی گواہی دینے والا، اور کسی کی چیز مانگنے پر لے کر انکار کردینے والا، رشوت لینے والا، ناپ تول میں کمی کرنے والا، اور

حل لغات: (۱) میں حاضر ہوں۔ (۲) اعتبار والا، جس پر اعتماد کیا جائے۔ (۳) میں تیری اطاعت کرنے والا ہوں۔ (۴) حدیث کی کتاب: مسند امام احمد بن حنبل۔ (۵) چاندی کا سکہ۔ (۶) کھمبے۔

عیب دار چیز کے عیب کو چھپا کر بیچنے والا، جوا کھیلنے والا، جادوگر، نجومی، تصویریں بنانے والا، زانیہ عورت، اجرت[1] پر رونے والی عورت، اور وہ دلال جو بائع[2] کی اجازت کے بغیر اپنی اُجرت لے اور خرید نے والے کو زائد[3] دام بتائے، اور آزاد شخص کو بیچ کر کھانے والا۔ یہ سب بھی حرام کھانے والوں کی فہرست میں داخل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگ لائے جائیں گے، جن کے ساتھ تہامہ پہاڑ[4] کی طرح سے نیکیاں ہوں گی، مگر جب ان کو پیش کیا جائے گا، تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ہباءً منثوراً (کالعدم[5]) کردیں گے، پھر ان سب کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا، صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، زکوٰۃ ادا کرتے تھے، حج بھی کرتے تھے، مگر ان سب کے باوجود جب کوئی ذرا حرام مال سامنے آیا، اس کو بے دریغ[6] لے لیتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال کالعدم کردیے۔

اور بعض صالحین[7] سے مروی ہے کہ جب موت کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا کہ تمھارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انھوں نے کہا: اچھا ہی معاملہ ہوا، لیکن اتنی بات ہے کہ ایک سوئی کی وجہ سے جنت کے داخلہ سے روکا ہوا ہوں، یہ سوئی میں نے عاریۃً[8] لی تھی پھر اسے واپس نہ کی۔ الخ۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آگے ایک اور باب کے تحت فرماتے ہیں۔

"باسٹھواں کبیرہ گناہ ناپ تول وغیرہ میں کمی کرنا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ**. الآیۃ[9] یعنی: ہلاکت ہو ان لوگوں کے لیے جو ناپ تول میں لوگوں کے حقوق[10] مارتے ہیں، اور جب اپنا حق لوگوں سے وصول کرتے ہیں، تو پورا پورا وصول کرتے ہیں، اور جب لوگوں کے حقوق دیتے ہیں، تو کمی کر کے دیتے ہیں۔

حل لغات: (۱) مزدوری پر۔ (۲) بیچنے والے کی۔ (۳) زیادہ قیمت۔ (۴) عرب کی اونچی پہاڑی کا سلسلہ۔ (۵) بالکل ختم۔ (۶) بےخوف۔ (۷) نیک لوگ مراد بزرگ۔ (۸) ادھار۔ (۹) سورۂ مطففین: ۱۔ (۱۰) حق کی جمع۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں'' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ''پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں'' کا کیا مطلب؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

① جب بھی کسی قوم نے کیا ہوا عہد توڑا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلّط کر دیا۔

② اور جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالیٰ کے اُتارے ہوئے فیصلہ کے علاوہ فیصلہ کیا، تو ان میں محتاجگی (غربت) عام ہوگئی۔

③ اور جب بھی کسی قوم میں برائیاں (زنا) عام ہوتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان پر طاعون[1] مسلّط کر دیتا ہے۔

④ اور جب بھی ناپ تول میں کسی قوم نے کمی کی، اللہ تعالیٰ نے خوش حالی ختم کردی اور قحط سالی[2] میں مبتلا کر دیا۔

⑤ اور جب بھی کسی قوم نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی[3] کی، اللہ تعالیٰ نے بھی بارش روک دی۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ میں ایک پڑوسی کے پاس گیا جو نزع[4] کی حالت میں تھا اور وہ کہہ رہا تھا: آگ کے دو پہاڑ ہیں، آگ کے دو پہاڑ ہیں، میں نے کہا: یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میرے پاس دو پیمانے[5] تھے، ایک سے ناپ کر لیتا اور دوسرے سے ناپ کر دیتا تھا۔ (اور یہ آپس میں چھوٹے بڑے تھے) مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں ان دونوں کو لے کر ایک دوسرے پر مارنے لگا، تو اس نے کہا کہ تمھارے اس مارنے سے میرا عذاب اور زیادہ سخت اور بڑا ہو گیا، پھر وہ اسی مرض میں مر گیا۔ مُطَفِّف وہ ہے جو ناپنے اور تولنے میں کمی کرتا ہے، اس کو مُطَفِّف اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اس طرح سے ''شَيءٌ طَفِيفٌ'' یعنی معمولی سی ہی چیز چُرا سکتا ہے، یہ کمی کرنا چوری اور خیانت اور حرام

حل لغات: ① ایک وبائی بیماری جس کو انگریزی میں Plague کہتے ہیں۔ ② سوکھا پڑنا۔ ③ کمی، سستی۔
④ روح نکلنے کا وقت۔ ⑤ ناپنے کے برتن۔

کھانے کی قسم ہے، اللہ تعالیٰ نے وَیْلٌ یعنی شدت عذاب کی وعید ارشاد فرمائی، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے، اگر اس میں ساری دنیا کے پہاڑ بھی جلائے جائیں، تو اس کی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں۔ بعض سلف[۱] کا ارشاد ہے کہ میں ہر ناپنے والے اور تولنے والے کے بارے میں دوزخ میں جانے کا یقین رکھتا ہوں، کیوں کہ یہ مشغلہ[۲] رکھتے ہوئے کوئی کمی بیشی[۳] کرنے سے نہیں بچ سکتا، سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی محفوظ کرے۔ بعض حضرات نے ذکر فرمایا کہ میں ایک مریض کے پاس گیا وہ مرض الموت[۴] میں مبتلا تھا، میں اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا، لیکن اس کی زبان اس کلمہ کی ادائیگی پر نہیں چلتی تھی، جب اسے کچھ ہوش آیا تو میں نے کہا کہ اے میرے بھائی! کیا بات ہے؟ میں تم کو کلمہ شہادت کی تلقین کرتا ہوں اور تمھاری زبان نہیں چلتی وہ کہنے لگا: میری زبان پر ترازو آڑے آجاتی ہے، جو مجھے بولنے نہیں دیتی، میں نے کہا: کیا تو کم تولتا تھا؟ اس نے کہا: نہیں، ہاں اتنی بات تھی کہ میں تولنے لگتا تھا، تو ترازو کو درست[۵] کرنے کے لیے توقف[۶] نہیں کرتا تھا، پس یہ اس شخص کا حال ہے جسے ترازو درست کرنے کا اہتمام[۷] نہ تھا، پھر اس کا کیا حال ہوگا جو کم تولنے والا ہو؟ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سوداگر[۸] کے پاس سے گذرتے تھے، تو فرماتے تھے کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈر، اور ناپ تول پوری کرنے کا اہتمام کر، کیوں کہ ان دونوں میں کمی کرنے والے میدان قیامت میں اس حال میں کھڑے کیے جائیں گے کہ ان کا پسینہ نیچے سے لے کر ان کے کانوں کے آدھے حصہ تک ہوگا، اور یہی حال اس تاجر کا ہے جو ناپ کر کپڑا وغیرہ بیچتا ہو، جو بیچتے وقت خوب اچھی طرح ہاتھ سخت کر دیتا؛ تاکہ ذرا سا بھی زیادہ نہ جائے، اور اپنے لیے ناپ کر خریدتا تھا تو اس خیال سے ہاتھ ڈھیلا کر دیتا تھا کہ کچھ زیادہ آجائے، بعض سلف کا ارشاد ہے کہ ہلاکت[۹] ہے اس شخص کے لیے جو ایک ناقص[۱۰] دانہ کے بدلہ اتنی بڑی جنت

حل لغات: (۱) بزرگوں۔ (۲) کاروبار، کام۔ (۳) کم زیادہ۔ (۴) وہ مرض جس میں موت ہوئی ہو۔ (۵) برابر۔ (۶) ٹھہرتا۔ (۷) فکر۔ (۸) تاجر۔ (۹) بربادی۔ (۱۰) نامکمل۔

چھوڑ دے، جس کا عرض آسمان وزمین کے برابر ہے، اور سخت افسوس ہے اس شخص کے لیے جو ایک دانہ زیادہ لینے پر اپنے لیے ہلاکت خریدتا ہو۔

میرا تو دل چاہتا تھا کہ اس رسالہ کو ذرا تفصیل سے لکھوں مگر مجھ پر آج کل امراض کا حملہ بہت زیادہ ہے، اس واسطے ہر مضمون کو شروع کرتے ہوئے یہ خیال رہا کہ یہ پورا ہوگا بھی یا نہیں، اس لیے مجبوراً آج یوم دوشنبہ ۵ / صفر ۱۴۰۰ھ کو ختم ہی کر دیا، اللہ جل شانہ اس مختصر رسالہ کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اکل حلال[1] اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سِیہ کار[2] کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَمَنْ تَبِعَهٗ إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ، اٰمین.

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

دامت برکاتہم مہاجر مدنی،

۵ / صفر ۱۴۰۰ھ

مطابق ۲۴ / دسمبر ۱۹۷۹ء

مدینہ طیبہ

حل لغات: (۱) حلال روزی، حلال کھانا۔ (۲) گنہگار۔